آل انڈیا مسلم یونیورسٹی

کے متعلق

نواب مشتاق حسین وقارالملک بہادر کی رائے

آنریبل سر ہارکورٹ بٹلر صاحب بہادر بالقابہ ممبر تعلیمات گورنمنٹ

آف انڈیا کے مراسلہ مورخہ ۹ اگست سنہ ۱۹۱۲ ع کے لحاظ سے

اور یہہ کہ اگر باوجود ہر طرح کی کوشش کے مجوزہ

یونیورسٹی نہ مل سکے تو اُس وقت مسلمانوں کے

لئے چارہ کار کیا ہی اور جو فنڈ یونیورسٹی

کا اس وقت جمع ہو رہا ہی اُس کا

بہترین مصرف کیا ہونا چاہئے

ماہ نومبر سنہ ۱۹۱۲ ع

انسٹیٹیوٹ پریس (علی گڈہ) میں چھپی اور صدر دفتر آل انڈیا

مسلم یونیورسٹی (علی گڈہ) سے شایع ہوئی

"آل انڈیا مسلم یونیورسٹی"

سکریٹری آف اسٹیٹ کا قطعی فیصلہ الحاق وغیرہ کے خلاف

نواب وقارالملک بہادر مولوی مشتاق حسین صاحب کی راے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج کل دو سخت مشکل مضمون قوم کے سامنے غور طلب ہیں
جن پر میں جداگانہ رپورٹ کے طور پر اپنی راے کا اظہار کرونگا ❁

باب اول :— حضور سکرٹری آف اسٹیٹ نے مسلم یونیورسٹی کی نسبت جن خیالات کا اظہار فرمادیا ہے اُن پر غور کرنا ہے کہ وہ کہاں تک مسلمانوں کے مناسب حال اور اُن کے حق میں مفید یا مضر ہیں، اور اپنے حصول مقصد کی غرض سے اب ہمکو کیا تدابیر اختیار کرنی چاہئیں ؟

باب دوم :— اگر کافی غور و مباحثہ اور کوشش کے بعد بھی ہمارے اور گورنمنٹ کے فی مابین کوئی ایسا راستہ نہ نکل سکے جس سے مجوزہ مسلم یونیورسٹی کا قیام ممکن ہوسکے تو اُس حالت میں جو روپیہ مسلم یونیورسٹی کے چندہ کے واسطے جمع ہوا ہے اور ہورہا ہے اُس کا بہترین مصرف کیا ہونا چاہئے ؟

باب اول

سب سے پہلے میں یہہ بیان کردینا چاہتا ہوں کہ مندرجہ بالاعنوان پر بحث کرتے وقت ہمکو اس سے کچھہ غرض نہ رکھنی چاہئے

کہ ہمارے ہندو برادران معظم کا طریق عمل اس موقع پر کیا ہے؟ اُن کی حالت میں اور ہماری حالت میں بہت فرق ہے — اس وقت جس قدر یونیورسٹیاں ہندوستان میں موجود ہیں ان سب میں اُن کا کافی رسوخ ہے اور اُن کے سامنے وہ تعلیمی مشکلات پیش نہیں ہیں جو ہمارے سامنے پیش ہیں — اور پھر "ہر کسے مصلحت خویش نکو میداند" — بلا شبہ میں اس سے پہلے ہی ایک مضمون میں صاف صاف ظاہر کرچکا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو مسلمانوں کی پالسی اس ملک میں یہہ ہونی چاہئے کہ اپنے معز ہندو بھائیوں کے ساتھہ ملکر کام کریں، لیکن ساتھہ ہی کبھی کبھی ایسے موقعے بھی شاید پیش آوینگے جن میں متحدہ کارروائی دشوار ہوگی — لہذا ہمکو اس بات سے قطع نظر کر کے کہ ہمارے دوسرے برادران معظم اپنے واسطے کونسی پالسی اختیار کرتے ہیں، خود ہمکو غور کرنا ہے کہ مسلمانوں کے واسطے بہترین پالسی کیا ہے — میں باہمی اتحاد حاصل کرنیکی غرض سے کسی تھوڑے سے نقصان کے برداشت کرلے کو بھی ترجیح دونگا، لیکن "یونیورسٹی اور تعلیم" یہہ وہ اہم مقصد ہے جس پر ہماری موت و زندگی کا انحصار ہے — پس جو کچھہ ذیل میں بیان کرونگا وہ صرف مسلمانوں ہی کے نقطہ خیال سے ہوگا *

مسلمانوں کی یہہ حالت ہے کہ ہم چالیس برس سے یہی کوشش کرتے چلے آرہے ہیں کہ کسی وقت ہمکو جدا گانہ یونیورسٹی کا چارٹر عنایت ہوگا — علی گڈہ کالج کی بنا صرف اسی اُمید پر ہوئی — اور تمام مسلمانان ہندوستان کی یہی کوشش رہی ہے کہ علیگڈہ کالج کو وقتاً فوقتاً ترقی دیکر اُس حالت پر پہونچایا جاوے جس کے بعد گورنمنٹ خود انصافاً ہمکو یونیورسٹی کا چارٹر عنایت کرے — اور اس کوشش میں (جس کی رفتار گو مسلمانوں کی حالت کے لحاظ سے کیسی ہی تدریجی رہی ہو) ہم ایک بہت معقول حد تک کامیاب ہوگئے ہیں — گذشتہ سال جب ہی کہ ہمارے کانوں میں یہہ جانفزا مژدہ پہونچا کہ حضور شہنشاہ معظم بہ نفس نفیس اپنے قدوم میمنت لزوم سے بتقریب رسم تاجپوشی ہندوستان کو عزت بخشنے والے ہیں، تو ہمنے اس کو ایک نہایت مبارک موقع اپنی آس دیرینہ

خواہش کے برآنے کے واسطے خیال کیا اور سب سے پہلے اس خواہش کی تکمیل کی غرض سے جس چیز کی ضرورت تھی (یعنی روپیہ) اُس کے جمع کرنے کے واسطے ہمنے کوئی وقت ہاتھہ سے نہیں دیا - اور اس جدید سرمایہ کی تعداد اُس حد تک پہونچگئی جس کو گورنمنٹ نے بھی مہربانی سے کافی سمجھا ہی - اور میں صدق دل سے اس بات کی بھی شہادت ادا کرتا ہوں کہ اُن ابتدائی مشوروں کے وقت جو آنریبل سر راجہ صاحب محمود آباد کی صدارت میں گورنمنٹ کے بعض اعلیٰ ذمہدار افسروں کے ساتھہ ہوئے اور جن میں شریک رہنے کی مجھکو بھی عزت حاصل رہی ہی' گورنمنٹ آف انڈیا کا صاف صاف یہہ منشا معلوم ہوتا رہا کہ اپنی مسلمان رعایا کی یہہ دیرینہ خواہش حتی الامکان پوری کردینی چاہیئے جس کے لحاظ سے حضور شاہنشاہ معظم اور اُن کی گورنمنٹ کے واسطے ہمارے دل سے دعائیں نکلیں *

حضور سکرٹری آف اسٹیٹ نے اگرچہ اپنے اختیارات کو تفصیلات کے طے کرنے کے متعلق اُس وقت محفوظ رکھا تھا ' لیکن اصولاً ایک قومی یونیورسٹی دیئے جانے سے حضور ممدوح نے بھی اتفاق فرمالیا تھا - اور یہہ پہلا وقت تھا جبکہ ہمنے دیکھا کہ حضور شاہنشاہ معظم کی رونق افروزی ہندوستان کی برکت سے گورنمنٹ نے اپنی پہلی پالسی سے (جو قومی یونیورسٹیوں کی نسبت تھی) از راہ فیاضی تجاوز جائز رکھا - اور درحقیقت یہہ گورنمنٹ کی ایک ایسی فیاضی تھی جس کی بدولت شہنشاہ معظم کی پر محبت یادگار ہمارے دلوں میں پشت ہا پشت تک باقی رہنے والی تھی - مگر جب ایک طرف ہم اپنی جداگانہ یونیورسٹی کو قریب الوقوع سمجھہ رہے تھے' تو دفعتاً دوسری طرف سے حضور سکرٹری آف اسٹیٹ نے اُن اختیارات کی رو سے جو حضور ممدوح نے اپنے واسطے محفوظ رکھے تھے مجوزہ یونیورسٹی کی نسبت حسب ذیل شرایط پیش کیں — (ملاحظہ ہو مراسلہ آنریبل سر ہارکورٹ بٹلر ممبر تعلیمات مورخہ ۹ اگست سنہ ۱۹۱۲ ع) *

اول یہہ کہ مجوزہ یونیورسٹی کو یہہ اختیار نہ ہو کہ جس مقام پر وہ قایم ہو (یعنی علی گڈہ) اُس سے باہر الحاق کرسکے *

دوم حضور ویسرائے چانسلر نہیں — یونیورسٹی اپنا چانسلر خود

منتخب کرے اور جو اختیارات چانسلر کو تفویض کرنے تجویز ہوئے تھے اُن کو گورنر جنرل باجلاس کونسل کام میں لاویں ' باستثناء ایک امر کے (یعنی یہہ کہ گورنر جنرل باجلاس کونسل کے پیشگی منظوری کے بغیر ہی پروفیسروں کا تقرر ہوا کرے) *

سوم — ضروری ہی کہ نصاب تعلیم ' تربیت اور امتحانات کے متعلق کل معاملات ماہران تعلیم کے ہاتھہ میں ہونے چاہئیں *

چہارم — سلامت کے قایم مقاموں کے لئے کونسل میں کچھہ جگہیں محفوظ رکھنی ا چاہئیں *

پنجم — ہز مجسٹی کے وزیر ہند کانسٹیٹیوشن کے متعلق مع اُس کی جملہ تفصیلات کے (جو حسب قرار داد مراسلہ مورخہ 9 اگست سنہ ۱۹۱۲ ع کے اندر بالتشریح بیان نہیں ہوئیں) اور علی الخصوص یونیورسٹی کی جماعت ہائے ترکیبی کے درمیان تقسیم اختیارات کے متعلق اپنے فیصلہ کو ہنوز محفوظ رکھتے ہیں *

ششم — اگر تیس لاکھہ کی مقررہ رقم فراہم اور محفوظ ہو جاوے اور کانسٹیٹیوشن گورنمنٹ ہند کے اطمینان کے قابل مرتب ہوجاوے تو گورنمنٹ ہند تیار ہوگی کہ بنظر اُس گہری دلچسپی کے جو اُس کو اس تحریک کے ساتھہ ہی ' یونیورسٹی کے سرمایہ میں (انسپکشن اور آڈٹ کے خاطر خواہ نتائج پر) ایک فیاضانہ سالانہ وظیفہ اضافہ کرے جیسا کہ انگلستان کی یونیورسٹیوں میں ہوتا ہی *

ہفتم — مجوزہ یونیورسٹی کا نام آیندہ علیگڈہ یونیورسٹی ہوگا *

نام

مجھکو سب سے اول شرط ہفتم یعنی یونیورسٹی کے نام کی نسبت اس قدر عرض کرنا کافی معلوم ہوتا ہی کہ جس وقت سے سکرٹری آف اسٹیٹ کا دفتر قایم ہوا ہی اُس وقت سے لیکر آج تک شاید کسی ایسی غلط پالیسی کا اظہار حضور ممدوح کی طرف سے نہ ہوا ہوگا جس میں تکلیف تو ساڑھے اٹھائیس کروڑ رعایا کے دلوں کو پہونچی ہو اور نفع ایک رتی کے برابر بھی نہوا ہو * اگر مقامی ہی یونیورسٹی قایم کرنا مقصود تھا تو بھی رعایا کے دلوں کو اس قدر سخت تکلیف پہونچائے بغیر دونوں

یونیورسٹیوں کا نام "کلکتہ مسلم یونیورسٹی" اور "بنارس ہندو یونیورسٹی" ہو سکتا تھا — مسلم یونیورسٹی کا جس قدر مسودہ کانسٹیٹیوشن اس وقت تک ہم نے آنریبل ممبر صاحب تعلیمات کی خدمت میں پیش کیا ہے اُس میں یہہ صاف صاف بیان ہو چکا ہے کہ یونیورسٹی کے دروازے تمام قوموں اور مختلف مذاہب کے واسطے کہلے ہوئے ہونگے — فرق صرف یہہ ہوگا کہ مسلمانوں کے سواے کسی دوسرے اہل مذاہب کی مذہبی تعلیم کا انتظام اپنے ہاں نہ کرسکینگے — اس صاف صاف صراحت کے بعد یہہ اندیشہ بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ مسلم یونیورسٹی ہونے کی حالت میں ہم اپنے دوسرے ابناء وطن پر اپنی یونیورسٹی کا دروازہ بند تو نہ کردینگے — مسلمانوں نے یہہ بخل کبھی نہیں کیا — خودانکی حکومتوں کے شباب میں ہماری یونیورسٹیوں کے دروازے تمام دنیا کے واسطے کہلے ہوئے تھے ، اور آج بھی جہاں جہاں ہماری درسگاہیں ہیں اُن میں ہم کوئی فرق مسلم اور غیر مسلم میں نہیں کرتے — ہمارا محمدن اینگلو اوریئنٹل کالج جس دن سے قایم ہوا ہے اُس میں باوجود اسلامی خصوصیت کے جو لفظ "محمدن" سے ظاہر ہے ، ہندو ، پارسی ، عیسائی ، یہودی طلبا بھی مسلمان طلبا کے ساتھہ ساتھہ تعلیم پاتے رہے ہیں — اور اگر آج ہم اپنی یونیورسٹی میں سے مسلم کے لفظ کو خارج کرنے پر رضامند ہوجائیں تو کل کو یہہ کس قدر انمل بے جوڑ بات معلوم ہونے لگیگی کہ یونیورسٹی میں تو اسلام کا کوئی تعلق معلوم نہ ہو اور اُس کے کالج محمدن کالج کہلائیں — اور کیا تعجب ہے کہ اُس وقت حضور سکرٹری آف اسٹیٹ ہم سے ہمارے ہر دل عزیز کالج کے نام کی اصلاح کی بھی خواہش کریں — اور آج وہ زمانہ نہیں ہے کہ ہم گورنمنٹ کے افسروں کی راے کو صحیفہ آسمانی سمجھکر بے چون و چرا تسلیم کرینگے — برٹش گورنمنٹ کو اپنی یہہ خوبی بھولنی نہیں چاہیئے کہ اُس کی بنیاد قوت اور طاقت پر نہیں ہے ؛ بلکہ عدل اور انصاف پر ہے — کوئی دلیل سکرٹری آف اسٹیٹ نے اس موقع پر بیان نہیں کی کہ کن وجوہ سے وہ ہماری قومی یونیورسٹی سے ہماری مذہبی جھلک کو علحدہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں — اگر کوئی دلیل ہے تو ہم سب مشکور ہیں گے کہ اس کو بیان فرمایا جاوے ۞

مسئلہ الحاق

اب میں الحاق کے مسئلہ کو لیتا ہوں جس کے خلاف مثال کے
طور پر گورنمنٹ نے چند دلائل سے بھی کام لیا ہے - لیکن افسوس ہے
کہ ٹھنڈے دل سے غور کرنے کے بعد بھی مجھکو وہ دلائل کچھ قوی
نہیں معلوم ہوتیں — پہلی دلیل جو سر ہارکورٹ بٹلر صاحب بہادر
کی چٹھی مورخہ ۹ اگست میں بیان ہوئی ہے وہ یہہ ہے کہ
" یونیورسٹی کا جس کی شاخیں تمام ہندوستان میں ہوں کی قدیم
تر سرکاری یونیورسٹیوں سے مقابلہ اور اغلب ہے کہ مناقشہ پیدا ہوگا "
لیکن یہہ صرف خیال ہی خیال ہے جو عمل اور تجربہ کے خلاف
ہے — آج بھی ایم . اے . او کالج میں تمام صوبوں کے طلبا آکر تعلیم
پاتے ہیں اور الہ‌آباد یونیورسٹی (جو صرف ایک اور اُسی صوبہ کی
یونیورسٹی ہے جس میں علی گڈہ کالج واقع ہے) اُن سب طلبا کو
ڈگریاں دیتی ہے اور اُس سے کسی قسم کا بھی مناقشہ پیدا نہیں
ہوتا — اور بالفرض اگر کوئی مناقشہ کبھی پیدا بھی ہو تو گورنمنٹ آف
انڈیا بہت آسانی سے اُس کو فرو کردینے پر قادر ہوگی — دوسری
دلیل الحاق کے خلاف یہہ پیش کی گئی ہے کہ " ایسی یونیورسٹی
ضرور ہے کہ علی گڈہ کی ڈگریوں کے معیار کو پست کردیگی اور
اُس آرزو کو غارت کردیگی - کہ ایک ٹیچنگ یونیورسٹی ایک اعلی
مرکز علم کا ہوگی جہاں امتحانات تعلیم سے موخر ہونگے اور اساتذہ
کو آزادی ہوگی کہ وہ اپنے شاگردوں کے صرف حافظہ پر زور نہ ڈالیں '
بلکہ اُن کے ذہن کو ترقی دیں " - اور اسی سے ملتی جلتی ہوئی
ایک تیسری دلیل ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے کہ " ریزیڈنشل
سسٹم کی قدروقیمت اُس لہجہ یا روح پر منحصر ہے جو کالج کے
اندر جاری و ساری ہو ' جو طالبعلموں کی ایک نسل سے دوسری کو پہونچے
اور جو اس کی روایات پر مشتمل ہو - اور علی گڈہ کی روایات بالکل
مقامی اور خاص قسم کی ہیں جن کا انحصار زیادہ تر ذاتی تعلقات
پر ہے " - ان دونوں دلیلوں کے متعلق سب سے اول تو میں یہہ عرض
کرونگا کہ بلاشبہہ یہہ امر ہمیشہ ہمارا نصب‌العین رہیگا کہ ہماری
مجوزہ یونیورسٹی سے جو طلبا کامیاب ہوکر نکلیں وہ بلحاظ اپنی

تعلیم و تربیت کے اس ملک کی کسی یونیورسٹی سے درجہ میں کم نہ
ہوں، بلکہ اُن سے کچھ بہتر ہی ہوں — لیکن اس سے بھی انکار کرنے کی
کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہماری یونیورسٹی بھی ہندوستان ہی میں
ہوگی جہاں بہت مدت سے سرکاری یونیورسٹیاں بھی موجود ہیں
جن میں سے ایسے لائق اور قابل اشخاص نکلے ہیں جن پر
ہندوستان جس قدر فخر کرے وہ بجا ہے — تو اب یہ کیا ضرور ہے
کہ صرف مجوزہ مسلم یونیورسٹی ہی کے واسطے ایسی سخت قیدیں
اور شرطیں قائم کی جائیں جن سے اس یونیورسٹی کے افادہ کا دائرہ
بہت ہی محدود ہوجائے اور دوسری تمام یونیورسٹیاں اُن قیود و
شرائط سے آزاد چھوڑدی جاویں — اس قسم کی ترجیحات بلا مرجح کا
اثر ملک کی طبائع پر برابر پڑتا ہے اور لوگ خیال کرنے لگتے ہیں
کہ یہ تمام خیالی وجوہ صرف اس لئے تراشی گئی ہیں کہ ہماری
مجوزہ یونیورسٹی سے معدودے چند طلبا کے سوا عام طور پر پبلک کو
مستفیض ہونے کا موقعہ نہ ملے، ورنہ اس کی کیا وجہ ہوگی کہ گورنمنٹ
اپنی یونیورسٹیوں میں کچھ اصلاح نہیں کرتی اور جس قدر خرابیاں
ممکن ہیں وہ سب ہمارے ہی لئے ضروری خیال کرتی ہے، حالانکہ
ترقی کا عام اصول جیسا کہ ترقی کے نام سے ظاہر ہے ہمیشہ یہ ہے کہ
ابتدا ابتدا میں جس قدر فوائد بھی بہ آسانی حاصل ہونے ممکن ہوتے ہیں
اُن پر اکتفا کیا جاتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ اُن میں ترقی ہوتی رہتی
ہے — اس اصول پر اگر از راہ انصاف عمل کیا جائے تو گورنمنٹ کا
پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنی قدیمی یونیورسٹیوں میں اصلاح اور ترقی
کی طرف توجہ کرے — اس کے بعد جب ہمارا وقت آویگا اور
ہمارا کاروبار اچھی طرح جاری ہوجائیگا تب رفتہ رفتہ ہم بھی ہر ایک
قسم کی ترقی کے وسائل مہیا کرسکینگے — آج کی حالت تو یہ ہے کہ
گورنمنٹ کی ایک یونیورسٹی کے ماتحت متعدد کالج ہوتے ہیں جو بلحاظ
اپنے مصارف، اپنی تعلیم اور اپنی تربیت کے بالکل مختلف المدارج ہوتے
ہیں — کوئی اول درجہ کا ہے کوئی دوم درجہ کا کوئی سوم درجہ کا۔
لیکن یونیورسٹی اُن سب کا یکساں امتحان لیتی ہے، اُن کو یکساں ڈگریاں
دیتی ہے اور گورنمنٹ اُن سب ڈگریوں کی ایک سی منزلت تسلیم
کرتی ہے — ہمارے ہی ایم اے او کالج علیگڈھ میں اس وقت جو

طلبا اول اول فرسٹ ایرمیں داخل ہوتے ہیں اُن میں وہ بھی ہوتے ہیں جنہوں نے شروع سے یا بہت برسوں سے ہمارے کالجیٹ اسکول میں تعلیم پائی ہی اور جن کو ہم بلا شبہ فرسٹ ایر کے بہترین طلبا میں شمار کرتے ہیں، اور وہ بھی ہوتے ہیں جو ہمارے ہی صوبہ اور دوسرے تمام صوبوں کے مختلف اسکولوں سے آتے ہیں اور صرف چار برس کے بعد یہہ اور وہ سب بلا کسی امتیاز کے الہ آباد یونیورسٹی کے سامنے حاضر ہوتے ہیں اور وہ اُن سب کا یکساں امتحان لیتی ہی اور یکساں ڈگریاں دیتی ہی — اور ایسی مثالیں کچھہ کم نہیں ہوتیں جو باہر کے آئے ہوئے طلبا کا نتیجہ امتحان ہمارے کالجیٹ اسکول کے طالبا سے فایق رہتا ہی جس میں طلبا کے خدا داد دماغ وذہانت اور قواے جسمانی اور اُن کے ذاتی شوق اور محنت کو بہت بڑا دخل ہوتا ہی — پھر اس وقت ہمارے ہی کالج میں ایک تیسری قسم اُن طلبا کی ہوتی ہی جو "فے اسکالر" کہلاتے ہیں اور جن کو بورڈر طلبا کی بہ نسبت تعلیم و تربیت میں ترقی کرنے کے مواقع کم میسر آتے ہیں، مگر آگے چل کر الہ آباد یونیورسٹی کی ڈگریاں کسی میں کچھہ فرق باقی نہیں چھوڑتیں — اور یہہ حالت صرف ایم اے او کالج ہی کے نہیں — تمام دوسرے بڑے بڑے کالجوں کی بھی حالت ہی — الہ آباد یونیورسٹی کے ماتحت میور کالج کی حالت بھی (جو اول درجہ کے کالجوں میں داخل ہی) بجنسہ یہی ہی، اور یہی کیفیت دوسرے تمام صوبوں کی سرکاری یونیورسٹیوں اور اُن کے تمام مختلف المدارج کالجوں کی ہی — اور ڈھاکہ یونیورسٹی کی نسبت جو گورنمنٹ نے تجویز کی ہی کہ اُس کو الحاق کا حق حاصل نہ ہوگا، یہہ تجویز اُس کے بعد کی ہی جبکہ گورنمنٹ نے ہندو اور مسلم یونیورسٹیوں کے متعلق عدم الحاق کا فیصلہ کر لیا تھا — ورنہ اگر ان دونوں قومی یونیورسٹیوں کی نسبت یہہ مسئلہ پیش نہ آیا ہوتا، تو گورنمنٹ کو ڈھاکہ یونیورسٹی کی نسبت عدم الحاق کا خیال تک بھی پیدا نہ ہوتا — منجملہ ڈھاکہ یونیورسٹی ہی کے متعلق ابھی جو مشکل سوالات گورنمنٹ کے سامنے پیش ہیں (اور پیش ہوں گے) اُنھی کی نسبت دیکھنا ہی کہ وہ کیونکر حل ہوتے ہیں — ایک کالج جو ڈھاکہ سے بہت قریب اور کلکتہ سے بہت دور ہی، دیکھنا ہی کہ گورنمنٹ کس دلیل سے اُس کو ڈھاکہ سے ملحق کرتی ہی *

چوتھی دلیل الحاق کے خلاف یہہ پیش کی گئی ہے کہ "مجوزہ یونیورسٹی مختلف حصص ہند میں کالجوں کی نگرانی بالکل نہیں کرسکے گی" — مگر یہہ صرف روپے کا سوال ہے ہم ہندوستان کا ایک نقشہ سامنے رکھو اور اُس کو موجودہ سرکاری یونیورسٹیوں کے حلقہ میں تقسیم کرو، اور دیکھو کہ ایک ایک یونیورسٹی کا حلقہ کس کس قدر وسیع ہے اور اُس کو کتنی کتنی دور اور کتنے زیادہ کالجوں کی نگرانی کرنی پڑتی ہے، اور اگر وہ نگرانی انتظام کی غرض سے کافی سمجھی جاتی ہے؛ تو مسلم یونیورسٹی اپنی ماتحت درسگاہوں کی نگرانی کیوں نہیں کرسکتی ؟

آنریبل سر ہارکورٹ بٹلر صاحب اپنے مراسلہ مورخہ ۹ اگست سنہ ۱۹۱۲ع میں ضرور یہہ فرماتے ہیں کہ تجربہ موجودہ یونیورسٹیوں کے رقبہ کو پہلے ہی سے تکلیف دہ ثابت کررہا ہے — لیکن تکلیف دہ حصہ کو خارج کرنے کے بعد بھی ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ وہ سرکاری یونیورسٹیوں کی نسبت ایسی کوئی قید لگانے کی طرف راغب نہیں ہیں جس سے وہ یونیورسٹیاں محض مقامی رہ جاویں اور بیرونی کالجوں کے الحاق کا اختیار اُن سے لے لیا جاوے — گورنمنٹ آف انڈیا اپنے حلقۂ حکومت پر غور کرے اور پھر یہہ دیکھے کہ اُس کے پاس کس قدر ایسے مختلف صیغے اور سر رشتے ہیں جو تمام ہندوستان پر محیط ہیں؛ آخر اُن کی نگرانی کیوں کر ہوتی ہے ؟ گورنمنٹ کو چھوڑیئے — دوسرے غیر سرکاری صیغے مثلاً مشنری صاحبان کے مختلف چرچوں کے بورڈ اگر اپنے ماتحت کارخانوں کی نگرانی (جو کہ مختلف صوبہ جات ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں) درستی سے کرسکتے ہیں، تو مجوزہ یونیورسٹی کیوں اپنی ماتحت درسگاہوں کی نگرانی نہیں کرسکتی ؟ خصوصاً جبکہ کم و بیش ہر صوبہ میں ایسے مسلمان تعلیم یافتہ اب موجود ہیں (اور آیندہ ان کی تعداد اور بھی ترقی کرتی جاتی ہے) جن سے اس نگرانی کے کام میں یونیورسٹی کو بہت کچھہ مدد ملنے کی اُمید ہوگی — در حقیقت نگرانی کا سوال صرف روپے کا سوال ہے — اگر روپیہ صرف کرنے کے واسطہ موجود ہو تو نگرانی کی مشکلات سب حل ہوسکتی ہیں *

یہہ تو ایک عام قسم کی خیالی مشکلات کا جواب تھا — اب اگر اس مسئلہ

کو عمل کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ھی کہ مسلمانوں کے پاس
لے دے کر صرف پنجاب میں ایک کالج ھی جس کے متعلق بعد اس
کے کہ اس کے کل انتظامات کی نسبت اطمینان ہو اور چانسلر بھی منظور
کریں، تو الحاق کی درخواست ظاہرا پیش ہو سکے گی — دوسرا کوئی کالج
بالفعل ایسا موجود نہیں ھی، اور کسی ایسے جدید کالج کا قایم ہونا
جس قدر مشکل ھی وہ محتاج بیان نہیں ھی — کالج تو کالج کسی
ایک اسکول کے کامیابی سے قایم ہونے کے واسطے جس قدر صرف کثیر
اور بہت سے کام کرنے والوں کے دردسری کی ضرورت ھی اُسی کا بہم
پہونچنا سخت مشکل ھی — لہذا جہاں تک مسلمانوں کو مسئلہ
الحاق سے تعلق ھی وہاں تک اگر گورنمنٹ اُسکو منظور بھی کرلے
تو نہ صرف گورنمنٹ کو اُس سے مشکلات کا سامنا ہوگا نہ مجوزہ
یونیورسٹی کو بہت مدت تک کسی بہت لمبی چوڑی نگرانی کی
ضرورت ہوگی *

مسئلہ الحاق پر غور کرتے وقت یہہ بات بھی صراحت کے ساتھہ
ذہن نشین رہنی چاہئے کہ ہمارا منشا الحاق سے صرف بی اے
اور اُس کے ہم درجہ تعلیم تک ھی — اُس سے اوپر ہم بھی الحاق کے
خواستگار نہیں ہیں — اور ہم نے خود اس بات کو شروع سے فرض
کرلیا ھی کہ بی اے اور اُس کے ہم درجہ تعلیم سے اوپر تعلیم پانے کے لئے
طلبا کو خود علی گڈہ میں آنا اور وہاں آخر تک بورڈر کے طور پر رہنا
لازمی ہوگا — اور درحقیقت جس تعلیم کو اعلی درجہ کی تعلیم کہا جاسکتا
ھی (جس سے محققانہ تعلیم مراد ھی، جس سے کسی مرکز میں علمی
ہوا پیدا ہوکر دلوں اور دماغوں میں روشنی پیدا کرتی ھی، جس کے
لئے بہت سے روپیہ اور بہت سے اعلی درجہ کے علما اور بہت بڑے
اہتمام کی ضرورت ہوتی ھی) وہ وہی تعلیم ھی جو بی اے کے بعد ہوتی
ھی — بی اے کی تعلیم سے تو گورنمنٹ کی ملازمتوں کے لئے امیدواروں کا
بہم پہونچا دینا مقصود ہوتا ھی — اُس کے لئے یہہ سخت قید لگانی کہ
بدون علی گڈہ میں آکر تعلیم حاصل کیئے ہوئے وہ مطلب حاصل نہوگا
محض غیر ضروری اور ایک تکلیف مالا یطاق ھی — اسی طرح بی اے
سے نیچے کے اسکولوں یعنی میٹریکولیشن وغیرہ اسکولوں کے متعلق بھی

جہانتک میرا خیال هے خود مجوزہ عدم الحاق کوبهي عذر نہوگا اور باوجود آنریبل سر هارکورٹ بٹلر صاحب بہادر کي چٹھي مورخہ 9 اگست سنہ 1912 ع کے اس وقت بهي همارے آپس هي میں بعض احباب قطعي طور پر یہہ رائے رکھتے هیں کہ گورنمنٹ کا انکار مسئلہ الحاق کے متعلق صرف بي اے اور ایف اے والے کالجوں سے متعلق هے' نہ کہ اُن سے فروتر اسکولوں کے متعلق — اور اگر ایسا هی تو بہتر هوگا کہ حضور ممدوح مہر باني سے چضور سکرٹري آف اسٹیٹ کے منشا کي توضیح جلد فرماویں تاکہ ایک حد تک پبلک کي پریشاني رفع هوجاوے اور صرف وهي امور بحث طلب باقي رہ جاویں جو متنازعہ هوں *

حضور سکرٹري آف اسٹیٹ کي طرف سے اس پر بہت زور دیا جارها هے کہ ابتدا سے باني کالج کا منشا مسلم یونیورسٹي سے ایک ایسي یونیورسٹي تهاجو کیمبرج اور آکسفورڈ کے نمونہ پر هو (اس سے وہ اسکیم مراد هے جس کو سید محمود صاحب مرحوم نے سنہ ۱۸۷۳ ع میں مرتب کیا تها اور اُسي کو سر سید صاحب مغفور کي اسکیم کہا جاتا هی) اور اس سے حضور ممدوح یہہ نتیجہ نکالتے هیں کہ جس طرح کیمبرج اور آکسفورڈ مقامي یونیورسٹیاں هیں نہ کہ الحاقي اسي طرح مجوزہ مسلم یونیورسٹي کو بهي هونا چاهیئے — لیکن حقیقت یہہ هی اور جب اس مسئلہ پر غائر نگاہ سے توجہ کي جائے گي تو صاف معلوم هوگا کہ باني کالج کا منشا جو کیمبرج اور آکسفورڈ کے نمونہ پر اپني یونیورسٹي قایم کرنے سے تها اُس سے خاص مقصد یہہ تها کہ اُس میں رزیڈنشل سسٹم هو اور وہ اپنے اندروني انتظامات میں گورنمنٹ کي مداخلت سے بالکل آزاد هو جس کو باني کالج نے صاف صاف لفظوں میں ظاهر بهي کردیا هی — میں ذیل میں جناب سید محمود صاحب مرحوم کي اسکیم سنہ ۱۸۷۳ ع کي دفعہ ۴ بجنسہ لکھدینا مناسب سمجھتا هوں — وهو هذا :-

دفعہ ۴ — (بیان امر اول — بجز اس کے کہ گورنمنٹ نگراں حال رهے اور کسي قسم کي مداخلت گورنمنٹ کي اس دار العلوم میں نہ هوني چاهیئے) *

" جب تک اس قدر روپیہ اور جائداد جس کي آمدني ضروري اخراجات دار العلوم کو کافي هو جمع نہ هوجاوے اُس وقت تک اس

قسم کی شے قایم کرنے کا خیال دل سے کبھی کو نکال ڈالنا چاہیئے — جب تک کہ ہم ایسی حاجتوں کی نسبت بھی جو ہماری ذاتی باتوں سے متعلق ہیں (جیسی کہ تعلیم) گورنمنٹ پر بھروسہ کرینگے تو درحقیقت اُس شے کے حاصل کرنے کی توقع کرتے ہیں جس کا حاصل کرنا بالکل ناممکن ہی — سب سے عمدہ مدارس تعلیم علوم کے یورپ میں بالکلیہ یا قریب اُس کے اُس ملک کی گورنمنٹ کی مداخلت اور انتظام سے علیحدہ ہیں — اور یہہ بات اُن ملکوں میں ہی جہاں کی گورنمنٹ اُس قوم کی ہی جس کی کہ تعلیم منظور ہی — پس یہہ دلیل ہندوستان میں کس قدر زیادہ قوی ہوجاتی ہی ' جہانکہ گورنمنٹ قریباً کل کے مرکب ہی اُن لوگوں سے جو اُس قوم کے ہیں جن کی زبان اور مذہب اور خیالات ہم سے مختلف ہیں - اس بیان سے میری یہہ غرض نہیں ہی کہ میں اُن تینوں چیزوں کے کچھہ برخلاف کہنا چاہتا ہوں یا اُن میں اور اپنے میں مجھکو کچھہ مقابلہ کرنا منظور ہی ' بلکہ صرف دلیل کے قوی کرنے کے لیئے کہتا ہوں کہ یہہ بات قریباً ناممکن ہی کہ برتش گورنمنٹ ہماری حاجتوں کو جو تعلیم و تربیت سے تعلق رکھتی ہیں پورا پورا سمجھے یا اُن کا کامل طور سے کچھہ بندوبست کرسکے — حد سے حد جو ایک تربیت یافتہ اور روشن ضمیر گورنمنٹ سے ہوسکتا ہی وہ اُس شے کا حاصل کرنا ہی جو اب بھی ہم کو حاصل ہی یعنی دل بڑھانا اور مربی ہونا — اگر ہمارے دار العلوم سے عمدہ تعلیم پانی مقصود ہی تو انگریزی گورنمنٹ خود بخود ہمارے دار العلوم کی مربی ہوگی — اور اگر کچھہ روپیہ کی مدد گورنمنٹ ہم کو دے گی تو ہم کو گورنمنٹ کی نگرانی کرنے پر کچھہ عذر نہ ہوگا ' بشرطیکہ ہمارے انتظام میں کچھہ مداخلت نہو — گورنمنٹ کی مربیانہ اور فیاضانہ مدد سے ہم اپنی تدبیر کو بہ نسبت اس کے جو گورنمنٹ موجودہ حالات میں کرسکتی ہی بہت زیادہ آسانی اور کامیابی سے انجام کو پہونچا سکتے ہیں اس لیئے میں امید کرتا ہوں کہ کمیٹی اس امر کے منظور کرنے میں کچھہ بھی تامل نہ کرے گی - جس کو میں سب سے زیادہ مقدم سمجھتا ہوں " *

مسئلہ الحاق کے متعلق اس اسکیم میں جو کچھہ بیان کیا گیا ہی وہ اُس کا فقرہ ۲۲ ہی - وھوھذا :—

"دارالعلوم بلاشبہ علی گڈھ میں مقرر ہونا چاہیئے جیساکہ کمیٹی فیصل کرچکی ہی مگر مدرسے دارالعلوم کے مختلف مقاموں اور شہروں میں بھی جہاں کہیں کہ ممکن ہوں مقرر ہونے چاہیئیں — اور جو مدرسے مشابہ مجوزہ دارالعلوم کے ہوں اُن کو اپنے ساتھہ شامل کرلینا چاہیئے — تاکہ مدرسۃ العلوم کے لیئے بہت سے طالب علم ہر ایک مقام سے تیار ہوسکیں" *

باایں ہمہ اگر سکرٹری آف اسٹیٹ بہی فرماتے ہیں کہ اُس یونیورسٹی احکام سے بانی کالج کا منشا الحاق کا نہ تھا تو پاس ادب اب اور کچھہ اس سے زیادہ عرض کرنے کی اجازت نہیں دیتا کہ حضور ممدوح کے سامنے واقعات پوری طرح پیش نہیں کیئے گئے *

سنہ ۱۸۹۸ع میں جب محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا جلاس لاہور میں منعقد ہوا تو آنریبل سر تھیوڈور ماریسن نے (جن کی پروفیسری سے اُس وقت ایم اے او کالج علی گڈہ کو عزت حاصل تھی) جب تیسرا رزولیوشن حسب ذیل الفاظ میں پیش کیا کہ "اس کانفرنس کی راے میں مسلمانوں کی ایک علحدہ یونیورسٹی کا قایم ہونا مستحسن ہی" تو اُس کے متعلق ایک بہت مکمل اور مفصل اسپیچ کی جو اُس سال کی روئداد میں تمام و کمال درج ہوئی ہی — اُس اسپیچ میں جناب ممدوح ارشاد فرتے ہیں کہ "میں یہہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ مجوزہ یونیورسٹی ایک رزیڈنشل یونیورسٹی ہو یعنی ڈگری یہاں سے ڈے اسکالرز کو نہ ملا کرے بلکہ آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹی کی طرح صرف اُنھی کو ملے جو میقات التعلیم میں مقررہ عرصہ یونیورسٹی میں رہ کر پورا کرچکے ہوں — میرا یہہ منشا نہیں کہ مدت سکونت علیگڈہ ہی کے لیئے مخصوص ہو — بلکہ اُن کالجوں کے لیئے بھی عام ہو جو طلبا کے اطوار چال چلن کی نگہداشت کا قابل اطمینان طور پر ذمہ لیں" *

آنریبل سر تھیوڈور ماریسن نے جو کچھہ اب سے ۱۴ برس پیشتر فرمایا ہی آج بھی ہم نے اپنے مسودہ کانسٹیٹیوشن میں اُس کا خیال رکھا ہی جہاں ہم نے یہہ شرط لگادی ہی کہ کوئی کالج (جس میں رزیڈنشل سسٹم جاری نہ ہوگا) ہماری یونیورسٹی سے ملحق نہ ہوسکے گا *

الحاق کے خلاف میں جو دلایل گورنمنٹ کی طرف سے پیش کی گئی
تھیں اُن کی نسبت میں اپنی ناچیز راے اوپر بیان کرچکا - اُسی کے
ساتھہ مجھکو اُن تمام اهل الراے سے بالکل اتفاق هی جن کے مضامین سے
اس وقت اخبارات کے فائل بھرے پڑے هیں اور جو اس بات پر بہت زور دیتے
هیں کہ هر ایک حصہ هندوستان میں مسلمانوں نے جو چندہ دیا هی
وہ ایک ایسی مقامی یونیورسٹی کے لیئے نہیں دیا جس کا اثر اُس کے
هیڈ کوارٹر سے باهر کچھہ بھی نہو - انریبل سر هارکورٹ بٹلر کے مراسلہ
مورخہ ۹ اگست سنہ ۱۹۱۲ع میں اس کے متعلق ایک فقرہ هی جس کو
حضور ممدوح نے اپنے مراسلہ کے شروع هی میں تحریر فرمایا هی - وہ
یہہ کہ " یہہ تحریک گورنمنٹ کے مشورہ کے بغیر شروع هوئی " - حضور
ممدوح کا یہہ ارشاد بالکل بجا هی اور واقعہ یہی هی — لیکن ساتھہ هی
گورنمنٹ اس سے بھی انکار نہیں کرسکتی کہ ملک میں جو کچھہ بآواز
دهل هورها تھا اور جو کچھہ اسپیکروں کی زبان سے جابجا پلیٹ فارموں
اور اخبارات کے کالموں میں بیان کیا جاتا تھا اور جس میں صاف یہہ
امید دلائی جاتی تھی کہ هر ایک صوبہ کے مسلمانوں کو اس یونیورسٹی
سے یکساں مستفیض هونے کا موقعہ هوگا اس سے بھی گورنمنٹ کے کان
یقیناً پوری طرح آشنا تھے' یہانتک کہ جب اول موقعہ پر هم کو
گورنمنٹ کے ذمہ دار افسروں سے یونیورسٹی اسکیم کے متعلق غیر سرکاری
طور پر مراسلت اور بالمشافہ گفتگو کی نوبت آئی تو اُس وقت هم کو
صاف صاف یہہ معلوم هوتا تھا کہ جہانتک گورنمنٹ آف انڈیا کا تعلق
هی وهاں تک الحاق کے متعلق اُس کو کوئی عذر نہیں هی - خلاصہ یہہ
هی کہ هندوستان کے مسلمانوں سے آج یہہ کہنا کہ مجوزہ یونیورسٹی کو
الحاق کا حق نہوگا اُن کی توقعات پر بالکل پانی پھیر دینا هی — اور
پنجاب کے مسلمان جن سے هزهائینس سر آغاخاں بالقابہ نے لاهور کے
پلیٹ فارم پر مجمع عام میں نہایت وضاحت سے وعدہ کیا تھا کہ مجوزہ
یونیورسٹی کے قایم هونے کے بعد پنجاب کا اسلامیہ کالج علیگڈھہ ایم اے او
کالج کی " چھوٹی بہن " هوگا — آج اپنے اُن لیڈروں کے حق میں جو
گورنمنٹ کے ساتھہ عدم الحاق پر اتفاق کرلیں اور اُن کے اسلامیہ کالج
کو مجوزہ یونیورسٹی کے دودھہ میں سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک
دیں جو سخت سے سخت الفاظ بھی استعمال کریں وہ کرسکتے هیں

اور اُس کا کوئی جواب ہمارے پاس نہیں ہے -- اور ہم میں سے ہر ایک کا یہہ فرض ہونا چاہیئے کہ ان واقعات کو بہت ادب کے ساتھہ پھر گورنمنٹ کے نوٹس میں لاویں - حضور سکرٹری آف اسٹیٹ نے جہاں گورنمنٹ کی بعض خیالی مشکلات کی بنیاد پر الحاق کے خلاف رائے کا اظہار فرمایا ہے اُمید ہے کہ حضور ممدوح جب اپنی سات کروڑ مسلمان رعایا کی اصلی مشکلات پر غور فرمانے کی تکلیف گوارا فرماوینگے تو ہماری یہہ مشکلات حل ہوجاوینگی --- گورنمنٹ آف انڈیا نے اپنے مراسلہ ۹ اگست میں یہہ بہت صحیح فرمایا ہے کہ ہز مجسٹی وزیر ہند اور گورنمنٹ ہند کے اس خلاف الحاق فیصلہ سے مسلمانوں کی قوم کو مایوسی ہوگی - اور میں بلا خوف تردید یہہ کہہ سکتا ہوں کہ مسلمانوں کو من حیث القوم اس فیصلہ سے جو مایوسی اور بددلی ہوئی ہے وہ اُس مایوسی اور رنج سے کچھہ کم نہیں ہے جس کے رفع کرنے کی غرض سے حضور شہنشاہ معظم نے بنگالہ کی تقسیم کو منسوخ فرمادیا تھا --- تقسیم بنگالہ کے برخلاف جس قدر ڈیپوٹیشن اور میموریل وقتاً فوقتاً لارڈ مارلے بالقابہ کے سامنے جب کہ وہ سکرٹری آف اسٹیٹ تھے پیش ہوئے جن کے جواب میں اُنہوں نے تقسیم کے بر خلاف دخل دینے سے انکار کیا جہاں تک مجھے یاد ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ اور جواب دینے کے ساتھہ حضور ممدوح اکثر یہہ بھی ارشاد فرمادیا کرتے تھے کہ کوئی ایسی نئی دلیل پیش نہیں کی گئی جس کی بنیاد پر مزید غور کا موقع ہو --- جس کا مطلب صاف یہہ ہوتا تھا کہ اگر کچھہ اور قوی تر دلائل کسی وقت پیش ہوں تو اُن پر غور کرنے سے حضور ممدوح کو عذر نہ ہوگا --- درحقیقت جب ایک اسکیم معرض بحث اور غور میں تھی تو ابتداء کارروائی میں کسی خیال کو فیصلہ قطعی سے تعبیر کرنا حضور سکرٹری آف اسٹیٹ کے لئے یوں بھی موزوں نہ تھا *

رفارم اسکیم کا مسودہ لارڈ مارلے بالقابہ نے جس وقت ہندوستان میں رائے طلب کرنے کی غرض سے بھیجا تو اُس میں ایک تجویز یہہ بھی تھی کہ ہندوستانی والیان ملک بھی " مشیر کونسل " میں ممبر بنائے جاویں جس کونسل میں دوسرے لوگ بھی اپنی قابلیت اور

تجویزکی بنیاد پر ممبر بنائے جانے تجویز ہوئے تھے – ہماری مجلسوں میں
جن میں ان تجویزوں پر غور ہورہا تھا میں نے یہہ رائے دی کہ
یہہ کسی طرح مناسب نہیں ہی کہ ہندوستانی والیان ملک قانون
پیشہ اور اُسی درجہ کے دوسرے ممبروں کے ساتھہ یکساں حیثیت سے
مباحثات میں شریک ہوں جس سے ان کا درجہ اُن کی رعایا کی
نظروں میں گھٹتا تھا – میں نے یہہ رائے بھی دی تھی کہ اگر ان والیان
ملک کو اس کارروائی میں شریک ہی کرنا منظور ہی تو کونسل مثل
ہاوس آف لارڈز اور ہاوس آف کامنس کے دو طبقوں میں تقسیم کرنا
چاہیئے تاکہ والیان ملک بطور ہاوس آف لارڈز کے نشست کریں –
میری اُس رائے سے تمام اُن حضرات نے جن کے سامنے میں نے اپنی
اس رائے کا اظہار کیا تھا اختلاف کیا – اُن کی دلیل یہہ تھی کہ جو اسکیم
سکرٹری آف اسٹیٹ نے بنائی ہی اُس سے والیان ملک کو اپنی قابلیت
بڑھانے کی طرف بہت زیادہ رغبت پیدا ہوگی اور یہہ امر اُن کے ملک کے حق
میں بہت مفید ہوگا – چنانچہ جو رائے گورنمنٹ میں بھیجی جانے والی
تھی جب وہ مجاوزتی کی رائے سے بھیجی گئی تو میں نے اپنی مخالف رائے
اپنی طرف سے علحدہ لکھکر گورنمنٹ میں بھیجدی – اور آخرالامر
سب نے دیکھہ لیا کہ مزید غور کے بعد لارڈ مارلے بالقابہ نے اپنی "مشہور
کونسل" کی تجویز فارم اسکیم میں سے بالکل واپس لیلی – اس بیان
سے میرا مطلب یہہ ہی کہ رائے دیتے وقت اس بات کا ہرگز خیال نہ
کرنا چاہیئے کہ ہماری یہہ رائے مانی بھی جاویگی یا نہیں بلکہ اس
بات کے یقین کے بعد بھی کہ ہماری رائے مانی نہ جاویگی پھر بھی جو
کچھہ ہماری اصلی رائے ہی اُس کو بیان کردینا نہایت ضرور ہی
تاکہ کسی وقت اُس رائے کے نتایج جو ہمارے خلاف تھے مفید نہ
نکلیں تو اُس کی ذمہ داری ہمارے اُوپر نہ ہو *

اب میں بطور اصول کے عرض کرتا ہوں کہ کسی قومی معاملہ میں
رائے دیتے وقت ہمکو سب سے مقدم یہہ دیکھنا چاہیئے کہ قوم کے حق میں
کونسی رائے مفید ہی – اور ہمارے لیئے صراط مستقیم وہی راستہ ہی کہ جو
قوم کے حق میں مفید ہو – لیکن اس کے ساتھہ اس بات کی بھی ضرورت
ہی کہ ہم کوئی رائے قایم کرتے وقت گورنمنٹ کی مشکلات کو بھی پیش نظر
رکھیں – میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے بہت سے اہل الرائے جب اس بات کو

بیان کرتے ہیں کہ کس قسم کی یونیورسٹی اُن کو درکار ہے تو وہ بالکل اس
کا خیال نہیں کرتے کہ اگر اُن کی خواہشات پوری طرح منظور ہو جائیں
تو گورنمنٹ کی وہ نگرانی جو ایک حد تک واجب و تسلیم ہونی
چاہیئے، باقی نہیں رہتی یا اُس میں بہت کمزوری آجاتی ہے۔ اسی
طرح وہ اہل الراے اپنے اُن خادموں پر جو اُن کی طرف سے
گورنمنٹ کے ساتھہ معاملہ کرنے میں مصروف ہیں، اعتراض کرتے ہیں
کہ انہوں نے کیوں ایسے قواعد سے اتفاق کیا ہے جو اُن کی اپنی راے کے
خلاف ہیں *

اول تو اُن صاحبوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر ایک شخص کی
فرادی فرادی راے پر عمل ہونا ناممکن ہے۔ دوم یونیورسٹی کا حق ہم کو
کسی ایسی زبردست قوت کے ذریعہ سے حاصل نہیں ہوا ہے جس کا
فیصلہ ہم پر اور گورنمنٹ پر یکساں واجب التعمیل ہو ــــ اگر ایسا
ہوتا تب ہمکو گورنمنٹ سے البتہ پوری طرح لڑنے جھگڑنے کا اور یہہ
کہنے کا حق ہوتا کہ ہمکو فلاں فلاں حقوق ضرور ملنے چاہیئیں اور اُس سے
کم پر ہم رضامند نہیں ہوسکتے *

مجوزہ یونیورسٹی کا سوال اُن برکات میں سے ایک اہم برکت ہے
جو انگلش قوم کی بدولت ہمارے اس ملک کو پہونچ رہی ہیں ؛ اور
ایسی ایک یونیورسٹی کا ملنا نہ ملنا صرف گورنمنٹ کی مرضی و مہربانی
پر منحصر ہے، چاہے وہ دے چاہے نہ دے ــــ اس حالت میں یہہ
نہایت ضروری بات ہے کہ گورنمنٹ ایک حد تک اپنی نگرانی مجوزہ
یونیورسٹی پر قایم رکھے ــــ جناب سر سید صاحب مرحوم اور جناب سید
محمود صاحب مغفور بھی آج اگر زندہ ہوتے تو اُن کو بھی ایک مناسب
حد تک اس نگرانی کے تسلیم کرنے میں اور یونیورسٹی کانسٹی ٹیوشن
میں اُس کے مناسب احکام داخل کرنے میں کوئی عذر نہ ہوتا *

جو خدام قوم اس وقت قوم کی طرف سے گورنمنٹ سے کانسٹی ٹیوشن
کے متعلق فیصلہ کرنے میں مصروف ہیں حقیقت میں وہ گورنمنٹ کے
ساتھہ ایک ایسی صلح کردینے کی کوشش کررہے ہیں جس میں
مسلمانوں کو حتی الامکان ایک آزاد یونیورسٹی ملے اور گورنمنٹ کی
نگرانی بھی ایک حد تک اُس پر قایم رہے، جو نگرانی کہ بعض اوقات

خود ہمارے لیے مفید ثابت ہوگی — اس قسم کی صلح کرتے وقت
دنیا جہان کا معمول ہی کہ ہر ایک فریق دوسرے فریق کی کچھہ
کچھہ باتوں ماننے پر مجبور ہوتا ہی اور دونوں فریق ایک دوسرے کی
مشکلات اور ضروریات کے ساتھہ حتی الامکان ہمدردی کرتے ہیں — جو
کارروائی کانسٹی ٹیوشن کمیٹی کے ممبروں نے اب تک کی ہی وہ بھی
اسی بنیاد پر کی ہی — اور کمیٹی نے بے شک گورنمنٹ کی بعض ایسی
فرمائشات کو بھی مسودہ میں داخل کرلیا ہی جس کو وہ سمجھتے تھے
کہ قوم اُن کو پسند نہ کرے گی — لیکن اُن کو ضرور یہہ یقین تھا کہ جو
کچھہ ہم کررہے ہیں قوم کے فائدہ کی غرض سے کررہے ہیں؛ اور یہہ کہ جب
ہم اصلی وجوہ قوم کے سامنے پیش کرینگے تو یقیناً قوم کی مجارٹی ہماری
تجویزوں کے ساتھہ اتفاق کرلے گی — معہذا جو کچھہ بھی قرار پایا تھا
یا قرار پانے کو تھا وہ ہماری اور گورنمنٹ دونوں کی طرف سے صرف
مسودہ کی حالت میں تھا؛ اور دونوں طرف یہہ آزادی باقی تھی کہ مزید
غور و بحث کے بعد اُس میں ترمیمات پیش کی جاسکیں گی ، تاکہ اگر
بعد میں کسی امر کی نسبت مسلمانوں کی مجارٹی کسی مزید اصلاح
کے درپے ہوتی تو ہم اُس کو بے تامل گورنمنٹ کے سامنے مزید غور کی
غرض سے پیش کرتے؛ اور دوسری طرف یہی آزادی گورنمنٹ کو بھی حاصل
تھی — اور اس موقع پر میں پھر صدق دل سے اس بات کا اعتراف کرتا ہوں
(اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں جملہ ممبران کانسٹی ٹیوشن کمیٹی کے ممبروں
کا یہی خیال رہا ہی) کہ گورنمنٹ آف انڈیا نے بھی بلاشبہ مسلمانوں کی
ضروریات اور اُن کی مشکلات کے ساتھہ ابتدائے امر میں پوری ہمدردی کو
ملحوظ رکھا — مگر حال میں حضور سکرٹری آف اسٹیٹ نے جو فیصلہ
ناطق فرمایا ہی وہ ضرور اس قسم کا فیصلہ ہی جس میں گورنمنٹ کی تمام
خواہشات اور ضروریات و مشکلات کی یک طرفہ حفاظت تو کرلی گئی
ہی ، لیکن رعایا کی مشکلات اور اُن کی ضروریات کی طرف کسی قسم
کی ہمدردی کا اظہار نہیں کیا گیا ، بلکہ یہہ کہنا بھی مبالغہ میں داخل
نہیں ہی کہ اُن سے بالکل بے پروائی برتی گئی ہی — اور کسی قسم کا احساس
ہماری فیلنگس کو صدمہ پہونچنے کے متعلق نہیں کیا گیا اور اس بات کی
بھی مطلق پروا نہیں کی گئی کہ حضور شہنشاہ معظم نے جو مفید اثر
اپنی تشریف آوری ہندوستان سے رعایا کے دلوں میں پیدا کیا تھا اُس

کو صدمہ نہ پہونچے ۔ ہاوے — اُنھی بالا دست افسروں کی موجودگی میں جو حضور شہنشاہ معظم کی تشریف آوری کے وقت حکمراں تھے، پالیسی کا ایسا انقلاب تعجب سے خالی نہیں جس سے یہ قیاس کرنا بے محل نہ ہوگا کہ گورنمنٹ نے ایک وقت میں جو چیز دینی چاہی تھی اب وہ اُس کا دینا رعایا کو مناسب نہیں سمجھتی اور ایسے اسباب پیدا کئے جاتے ہیں جس سے ہم لوگ تنگ آکر اور مایوس ہوکر ایسی یونیورسٹی کے لینے ہی سے عذر کریں *

اس امر کے متعلق کہ

اب مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے

میں اس وقت کانسٹی ٹیوشن کمیٹی ۱۱ و ۱۲ اگسٹ سنہ ۱۹۱۲ع منعقدہ لکھنؤ کی کارروائی اور تجویزوں سے بالکل متفق ہوں — ہم کو ضرور آخر درجہ تک اپنی طرف سے اس بات میں کوشش کرنی چاہیئے کہ جس کارروائی کو ہم نے شروع کیا ہی (اور جس میں گورنمنٹ نے بھی مہربانی سے بہت کچھہ تکلیف برداشت کی ہی) اس کو جہاں تک ممکن ہی کامیابی کے ساتھہ ختم کیا جاوے ؛ اور جو مسودات کہ کانسٹی ٹیوشن کمیٹی نے اب تک مشتہر کئے ہیں اور جن میں کا ایک حصہ بائی لاز کے متعلق متعاقب شایع ہونے کو ہی، اُن پر ہم کو پبلک کی راے دریافت کرنے کا موقعہ حاصل کرنا چاہیئے ؛ اور اس بات کی کوشش کی جاے کہ پبلک ضرورت اور واجبیت سے زیادہ توقعات میں مبتلا نہو — آیندہ کرسمس کے زمانہ میں بمقام لکھنؤ جو قومی جلسے آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس اور آل انڈیا مسلم لیگ کی ضرورتوں سے منعقد ہونے والے ہیں اور جن میں قوم کے بہت سے اہل الراے ایک جگہ جمع ہونے کو ہیں اُسی موقعہ پر دیکھا جاوے کہ بزرگان قوم کی راے کیا قرار پاتی ہی (اور میں بھی بہ نظر مزید احتیاط اپنی ناچیز راے کا قطعی فیصلہ اُس وقت تک کے واسطے محفوظ رکھتا ہوں) اور پھر اُس کو نہایت ادب کے ساتھہ گورنمنٹ آف انڈیا کے سامنے رکھا جاوے — اور قوم کی طرف سے جو قایم مقام اس غرض سے گورنمنٹ کے سامنے حاضر ہونے والے ہوں اُن کو یہہ اختیار بھی دیا جاوے کہ گورنمنٹ کے افسران کے ساتھہ گفتگو کرتے وقت وہ کوئی ایسی ضروری اصلاح بھی اُس قرار داد میں کرسکیں جس سے قوم کے اہم

مقاصد میں زیادہ خلل نہ آتا ہو — اور اس مسئلہ کا تصفیہ بھی آیندہ کرسمس ہی کے زمانہ میں بمقام لکھنؤ اہل الراے بزرگان قوم کے مشورہ سے ہوجانا چاہئیے — غرضکہ جہاں تک ممکن ہی اس بات کی کوشش کی جاوے کہ یہہ بال کسی طرح منڈھے چڑھے اور بالآخر اگر ہماری تمام کوششیں ناکام ثابت ہوں تو اُس وقت ہم کو یہہ طے کرنا ہوگا کہ جو سرمایہ جمع ہوا ہی اور ہو رہا ہی اُس کا بہترین مصرف کیا ہونا چاہئیے — اور اُس کی نسبت میری جو راے ہی وہ میں دوسرے باب کے طور پر اس مضمون کے بعد عرض کرتا ہوں *

باقی شرایط

شرط دوم — حضور ویسراے چانسلر نہ ہوں، یونیورسٹی اپنا چانسلر خود منتخب کرے اور جو اختیارات چانسلر کو تفویض کرنے تجویز ہوئے تھے اُن کو گورنر جنرل باجلاس کونسل کام میں لاویں، بہ استثنا ایک امر کے (یعنی یہہ کہ گورنر جنرل باجلاس کونسل کی پیشگی منظوری کے بغیر ہی پروفیسروں کا تقرر عمل میں آیا کرے) *

شرط سوم — نصاب تعلیم و تربیت اور امتحانات کے متعلق کل معاملات ماہران تعلیم کے ہاتھہ میں ہونے چاہئیں *

شرط چہارم — سینیٹ کے قایم مقاموں کے لئے کونسل میں کچھہ جگہیں محفوظ رکھنی چاہئیں *

ان ہر سہ شرایط کے متعلق مجھکو اس وقت تفصیل سے کچھہ لکھنے کی ضرورت نہیں ؛ اسی قدر لکھنا اس وقت کافی ہی کہ جو کچھہ کانسٹی ٹیوشن کمیٹی نے اپنے اجلاس ہاے ۱۱ و ۱۲ اگست سنہ ۱۹۱۲ع میں ان مطالب کی نسبت تجویز کیا ہی اُس سے مجھکو بھی اتفاق ہی — آیندہ جب ان مطالب پر تفصیل سے غور و بحث کا وقت آوے گا، اُس وقت میں بھی اپنی راے تصریح کے ساتھہ عرض کرنے کی غرض سے اپنے حق کو محفوظ رکھتا ہوں *

شرط پنجم — ہز مجسٹی کے وزیر ہند کانسٹی ٹیوشن کے متعلق مع اُس کی جملہ تفصیلات کے (جو حسب قرار داد مراسلہ ۹ اگست سنہ ۱۹۱۲ع کے اندر بالتشریح بیان نہیں ہوئیں) اور علی الخصوص یونیورسٹی

کی جماعت ہاے ترکیبی کے درمیان تقسیم اختیارات کے متعلق اپنے فیصلہ کو ہنوز محفوظ رکھتے ہیں *

اس کی نسبت میں صرف اس قدر کہنا کافی سمجھتا ہوں کہ جس قدر حصہ کانسٹی ٹیوشن کا ہم نے آنریبل ممبر صاحب تعلیمات کی خدمت میں مسودہ کی حالت میں پیش کردیا ہی اُس میں جو مطالب درج ہیں اُن کے متعلق تو حضور سکرٹری آف اسٹیٹ کو اپنے خیالات ابھی ظاہر فرمادینے چاہئیں تاکہ اپنے مسودہ کو از سر نو ترتیب دیتے وقت ہم کو معلوم رہے کہ کچھہ اور امور تو ایسے نہیں ہیں جن میں ہمارے اور گورنمنٹ کے درمیان اختلاف ہی — باقی جو حصہ مسودہ کانسٹی ٹیوشن کا ابھی گورنمنٹ میں ہماری طرف سے پیش نہیں ہوا اُس کی نسبت بلا شبہہ حضور ممدوح کو اپنے اختیار اظہار راے کا محفوظ رکھنا واجبی ہی — اور اس سے بھی زیادہ آسانی تو اس میں تھی کہ اہم امور متعلقہ کی نسبت حضور ممدوح کے جو خیالات ہیں اُن کو ابھی ظاہر کردیا جاوے اور باقی تفصیلات کو گورنمنٹ آف انڈیا پر چھوڑ دیا جاوے، ورنہ جزویات کے تصفیہ میں بھی اگر حضور سکرٹری آف اسٹیٹ اور اُن کے کونسل کے ممبر اپنے آپ کو شریک رکھیں گے تو طوالت بہت ہوگی اور وقت زیادہ صرف ہوگا *

شرط ششم — گورنمنٹ کی طرف سے مجوزہ یونیورسٹی کو مالی امداد کا وعدہ بشرطیکہ تیس لاکھہ روپیہ کی مقررہ رقم فراہم اور محفوظ ہوجاوے اور کانسٹی ٹیوشن گورنمنٹ ہند کے اطمینان کے قابل مرتب ہوجاوے *

مجھکو اُمید ہی کہ گورنمنٹ کے اس فیاضانہ وعدہ کے ساتھہ ساتھہ قوم سر سید مرحوم اور سید محمود صاحب مغفور کے ان الفاظ کو بھی یاد رکھے گی' جس کا اظہار اُنھوں نے کیمبرج اور آکسفورڈ کے نمونے پر اپنی ایک یونیورسٹی کی اسکیم پیش کرتے وقت صاف صاف کردیا ہی کہ "ہم کو اپنی تعلیم جیسی ضروری چیز کے لئے روپیہ خود بہم پہونچانا چاہئے — اور اگر کچھہ روپیہ کی مدد گورنمنٹ ہم کو دے گی تو ہم کو گورنمنٹ کی نگرانی کرنے پر کچھہ عذر نہ ہوگا بشرطیکہ ہمارے انتظام میں کچھہ مداخلت نہ ہو" *

باب دوم

(اگر کافی غور اور مباحثہ اور کوشش کے بعد بھی ہمارے اور گورنمنٹ کے فی مابین کوئی ایسا راستہ نہ نکل سکے جس سے مجوزہ مسلم یونیورسٹی کا قیام ممکن ہو تو اُس حالت میں جو روپیہ مسلم یونیورسٹی کے چندہ کے واسطے جمع ہوا ہی اور ہورہا ہی اُس کا بہترین مصرف کیا ہونا چاہیئے؟) *

میں پہلے باب میں بیان کرچکا ہوں کہ ہم کو ضرور آخر درجہ تک اپنی طرف سے اسباب میں کوشش کرنی چاہیئے کہ جس کارروائی کو ہم نے شروع کیا ہی اور جس میں گورنمنٹ نے بھی مہربانی سے بہت کچھ تکلیف برداشت کی ہی اُس کو جہاں تک ممکن ہی کامیابی کے ساتھہ ختم کیا جاوے ــ لیکن سوال یہہ ہی کہ اگر یہہ تمام کدو کاوش خدا نخواستہ بیکار ثابت ہو اور کوئی ایسا راستہ نہ نکل سکے جس پر گورنمنٹ اور مسلمانان ہندوستان متفق ہوں تو اُس حالت میں اس روپیہ کو کس مصرف میں لانا چاہیئے جو مسلم یونیورسٹی کے نام سے جمع ہورہا ہی ــ میں چند ماہ پہلے تک جب تک کہ چارٹر کا ملجانا بہت کچھہ ممکن تھا اس سوال کو حتی الامکان اس خیال ٹالتا رہا کہ اس قسم کے مباحثات شروع ہونے کے بعد نفس مطلب سے لوگوں کی توجہ ہٹ جائیگی ــ اور روپیہ کے جمع ہونے میں خلل واقع ہوگا ــ لیکن گورنمنٹ کے پریس کمیونیک اور سرہار کورٹ بٹلر بالقابہ کے مراسلہ مورخہ ۹ اگست سنہ ۱۹۱۲ ع کے مشتہر ہونے کے بعد اب بحث کا ٹالنا بالکل ناممکن ہی، اور اب ضرور ہی کہ ایک صحیح اور مفید راے اس مسئلہ کی نسبت جلد قایم کی جاے ــ اور جس تجویز سے قوم کے حق میں سب سے زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہو وہی تجویز سب سے بہتر سمجھی جانی چاہیئے *

جن لوگوں نے بانی کالج کی اسکیم کو پڑھا ہی وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ سر سید مرحوم و مغفور کا منشا کالج کے قایم کرنے سے صرف یہہ نہیں تھا کہ چند اُمیدواران ملازمت اُس کے ذریعہ سے یونیورسٹیوں کی ڈگریاں حاصل کریں اور گورنمنٹ کی ملازمتیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائیں ــ بلکہ اُن کا مقصد اس سے بہت اعلیٰ و ارفع تھا ــ

سید محمود صاحب مرحوم کے جج ہائیکورٹ مقرر ہونے کے بعد سر
سید صاحب نے بارہا یہہ فرمایا ہی کہ میرا جو اصلی مقصد سید محمود
کی تعلیم سے تھا وہ حاصل نہیں ہوا — سید محمود ملازمت کے صیغہ
میں چاہے اور کتنی ہی ترقی کریں مگر قوم کو جس قسم کے تعلیم
یافتوں کی ضرورت ہی اُس میں سید محمود سے کچھہ مدد نہیں
پہنچ سکتی *

لیکن اس سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ گورنمنٹ کی تمام ملازمتوں
میں مسلمانوں کو ایک مناسب حصہ حاصل کرنا اپنے قومی مقاصد اور
اپنی قومی پوزیشن محفوظ رکھنے کی غرض سے ضروری ہی — اور اسی
ضرورت سے ہم کو ہمیشہ یہہ کوشش جاری رکھنی ہوگی کہ گورنمنٹ
سروس کے واسطے ہم اپنے نوجوانوں کی کافی تعداد تیار کریں - اسی کے
ساتھہ یہہ بھی ہی کہ ہماری قوم میں بالفعل بہت زیادہ تعداد
اُن لوگوں کی موجود ہی جو تعلیم کو اس غرض سے شروع کرتے ہیں کہ
آیندہ اُس کے ذریعہ سے گورنمنٹ کی ملازمت حاصل کرسکینگے — یا
ایسے پیشوں میں مصروف ہوسکینگے جن میں یونیورسٹیوں کی ڈگریوں
کی ضرورت ہوتی ہی — اور گو بہت زیادہ حصہ اُن طلبا کا جو یونیورسٹی
کی ڈگریاں حاصل کرتے ہیں سرکاری ملازمتوں وغیرہ کے حصول میں
کامیاب نہیں ہوتا؛ تاہم ملازمت ملنے کی اُمید تعلیم میں مصروف ہونے کے
واسطے بہت زیادہ محرک ہوتی ہی — اور یہہ ایک ذریعہ قوم میں
عام تعلیم پھیلنے کا ضرور ہی — علی گڈہ کالج نے اول اول اسی خدمت
کو اپنے ذمہ لیا اور اسی کے ساتھہ اس بات کی بھی کوشش کی کہ اُس
کے طلبا کی تعلیم اور قابلیت میں بھی نمایاں ترقی ہو اور خصوصاً اُن
کی تربیت بہت اعلی پیمانہ پر کی جاوے — اور اپنے ان عمدہ مقاصد میں
کالج مسلم طور سے کامیاب ہوا ہی — تعلیم کے ساتھہ عمدہ تربیت کو
دیکھکر (اور خاصکر اس لئے بھی کہ دوسری کوئی درسگاہ قوم میں ایسی
موجود نہ تھی) قلیل تعداد میں اُن لوگوں نے بھی اپنے بچوں کو تعلیم
کے واسطے اسی کالج میں بھیجا ہی جن کا مقصد یونیورسٹی کی ڈگریاں
لینا اور گورنمنٹ کی ملازمتیں حاصل کرنا نہ تھا — (مثلاً بڑے بڑے
زمیندار اور تعلقدار اور تاجر اور بعض دیگر بلاد اسلامیہ ایران و مصر اور
عرب کے لوگ) لیکن چونکہ ہمارا علی گڈہ کالج سرکاری یونیورسٹی

کے ماتحت تھا اور اس کا نصاب تعلیم بھی یونیورسٹی کی ڈگریوں کے
مناسب قرار دیا گیا تھا جو طلباء مذکور کی حالت کے مناسب نہ
تھا ـــ لہذا اس قسم کے طالب علم کالج کی تعلیم سے کچھہ فائدہ
حاصل نہ کرسکے اور انہوں اپنی تعلیم ناقص و نا تمام رکھکر اسی
حالت میں کالج چھوڑنا پڑا - سرسید صاحب مرحوم و مغفور بھی اس
نقص کو بخوبی سمجھتے تھے - مگر ان کا خیال یہی تھا کہ جب ہماری
علحدہ یونیورسٹی قایم ہوجائیگی تو ہم اپنی قوم کے تمام گروہوں کے
مناسب حال تعلیم کا کافی انتظام کرسکیں گے ـــ اور جب کالج کے
یونیورسٹی کی حد تک ترقی پانے میں زیادہ تاخیر واقع ہوئی تو
سید صاحب کے جانشینوں کا خیال اس طرف رجوع ہوا کہ کالج میں
سرکاری یونیورسٹیوں کے دائرہ اثر اور گورنمنٹ کے سر رشتہ تعلیم سے
خارج کوئی خاص انتظام ان لوگوں کی تعلیم کے واسطے کرنا چاہیئے
جو سرکاری ملازمتوں کے امیدوار نہیں ہیں - لیکن کالج کی مالی
حالت ایسی نہیں تھی جو ان زاید اخراجات کو برداشت کرسکتی ـــ
لہذا یہہ خیال اب تک قوت سے فعل میں نہ آسکا - اور کالج کو مالی
مشکلات میں زیادہ تر اس لیئے مبتلا ہونا پڑا کہ گورنمنٹ نے تعلیم
کے مصارف بہت زیادہ بڑھا دیئے ہیں ـــ اسی کے ساتھہ چونکہ
منتظمان کالج کا ارادہ ہمیشہ یہہ رہا ہی کہ کالج میں رفتہ رفتہ تعلیم
کے وہ تمام صیغے کھول دیئے جائیں جو آخرالامر اس کو ایک یونیورسٹی
کے درجہ تک پہونچانے میں مدد دیں' لہذا گزشتہ قریب عرصہ میں
سائنس اسکول بالکل نیا قایم ہوا جس کو درحقیقت آرٹس کالج کے
مقابلہ میں سائنس کالج کہنا چاہیئے ـــ اور جو اب ایم ۔ ایس سی
تک ترقی کرگیا ہی ـــ ان روز افزوں ضرورتوں نے ٹرسٹیان کالج کو
اپنے ان ارادوں میں (جو وہ غیر امیدواران ملازمت کی تعلیم کے
متعلق رکھتے تھے) اب تک کامیاب نہیں ہونے دیا ـــ اور ہماری تمامتر
امیدیں اسی میں منحصر رہتی چلی آئی ہیں کہ کسی وقت جب
ہمکو یونیورسٹی ملے گی اس وقت اس دوسرے گروہ کی تعلیم کا انتظام
بھی کیا جا سکیگا ٭

لیکن چونکہ گورنمنٹ کی طرف سے ہمکو یونیورسٹی ملنے میں
دقت پیش آئی ہی' لہذا میری رائے یہہ ہی کہ اب ہمکو اپنی تعلیم

کا پروگرام بدل دینا چاھیئے — یعنی اب تک جو یہہ خیال تھا کہ علی گڈہ کالج ترقی کرکے "آل انڈیا مسلم یونیورسٹی" بن جائے گا اور اُس یونیورسٹی کے ذریعہ سے ہم اپنی ہر قسم کی قومی تعلیمات کا انتظام کرسکیں گے اُس کی جگہ اب ہمکو یہہ کرنا چاہیئے کہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں کے واسطے اپنی ایک علحدہ "جامعہ اسلامیہ" (قومی دارالعلوم) خود قایم کریں اور جو سرمایۂ مسلم یونیورسٹی کے واسطے جمع ہوا ہی اور ہورہا ہی وہ اس جامعہ اسلامیہ کے سپرد کیا جاوے جو باستثناء ضروری اخراجات متعلق تعمیرات کے باقی فنڈ کا صرف منافعہ خرچ کرنے کی مجاز ہو اور اصل فنڈ کو محفوظ رکھے *

جامعہ اسلامیہ کا ایک شعبہ علی گڈہ کالج اور پنجاب کا اسلامیہ کالج بھی ہوں (یا مسلمانوں کی ضروریات کے لحاظ سے جامعہ اسلامیہ کو کسی دوسرے مقام اور کسی دوسرے صوبہ میں مسلمان اُمیدواران ملازمت کے واسطے کسی اور جدید کالج قایم کرنے کی ضرورت پیش آوے تو وہ بھی) ان کالجوں کے ذریعہ سے اُمیدواران ملازمت کے واسطے تعلیم کا انتظام بدستور سرکاری یونیورسٹیوں کے ماتحت قایم رکھا جاوے — اور جس امداد کی اُن کالجوں کو ضرورت ہو وہ امداد جامعہ اسلامیہ کی طرف سے اُن کو پہونچائی جاتی رہے — تاکہ جو فائدہ اُن کے ذریعہ سے قوم کو یا قوم کے جس حصہ کو پہونچ رہا ہی اور پہونچنا ممکن ہو وہ بدستور جاری رہے اور موجودہ ٹرسٹیان ایم اے او کالج و منتظمان اسلامیہ کالج کو اسپر رضامند ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے کالجوں کو معہ اپنے موجودہ نظام کے جامعہ اسلامیہ کے سپرد کردیں — اور اس میں کچھہ دشواری نہ ہوگی کہ وہ کالج معہ اپنے موجودہ قواعد و قوانین کے جامعہ اسلامیہ سے متعلق ہوجائیں اور جو معاہدات اُن کالجوں نے اب تک کیئے ہیں اُن کی تعمیل کی جامعہ اسلامیہ ذمہ دار ہو — اس قسم کے کالجوں کی بقدر ضرورت جابجا قایم ہونے سے یہہ اعتراض بھی اٹھہ جائیگا کہ ایک علی گڈہ کالج تمام ہندوستان کے مسلمانوں کی کفالت نہیں کرسکتا — البتہ یہہ ضرور کرنا ہوگا کہ علی گڈہ کے سوا جتنے اور کالج اُمیدواران ملازمت کے لحاظ سے قایم کیئے جائیں اُن میں صرف بی اے تک کی ڈگری کا التزام ہو — اور بی اے سے اُوپر کی تعلیم کا تعلق

تمام تر علی گڈھ کالج سے رہے۔ اس تجویز کا لازمی نتیجہ یہہ ہوگا
کہ علی گڈھ میں ہمکو سرکاری یونیورسٹیوں کے مذاق کے مناسب اعلیٰ سے
اعلیٰ تعلیم کا اہتمام، اور اس کی مناسب ضروریات کا بہم پہونچانا ہوگا —
اور یہی وہ چیز ہے جس سے کسی مرکز میں علمی ہوا پیدا ہوتی
ہے، اور محققانہ تعلیم کا شوق لوگوں میں پیدا ہوتا ہے — اور
اگرچہ یہہ سامان علی گڈھ کالج میں اس خیال سے مہیا کئے جاوینگے
کہ سرکاری یونیورسٹیوں میں ایم اے او کالج کا درجہ بہت بلند رہے، لیکن
وہ بہت سے سامان ہمارے جامعہ اسلامیہ کے دوسرے شعبہ ہاے تعلیم
کے واسطے بھی یکساں مفید ثابت ہونگے — ایک عمدہ لائبریری سے
(جس کا علی گڈھ کالج میں قایم رکھنا آج کل کی ضروریات کے لحاظ
سے بھی لازم ہے) ہمکو اپنی مادری زبان میں کتابوں کے تصنیف وتالیف
کرنے میں بھی بہت مدد ملیگی، اور اس قسم کے مصنفوں کو علی گڈھ
میں رہکر اپنے سلسلہ تصانیف کا جاری رکھنا زیادہ آسان ہوگا بہ نسبت
اس کے کہ کسی اور جگہہ رہکر وہ اپنے اس شغل کو جاری رکھیں —
لاکھوں روپے کے علمی آلات اُن طلبا کے لیئے بھی یکساں مفید ثابت ہونگے
جو اپنی مادری زبان اُردو کے ذریعہ سے اُن کا استعمال سیکھنا چاہینگے —
اور ان خیالات سے مجھکو اُمید ہے کہ جامعہ اسلامیہ کے مدبر ایک ایسا
اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا کالج (جس میں باستثناء السنہ مختلفہ باقی
تمام علوم کی تعلیم اُسی طرح اُردو میں ہوگی جس طرح ایم اے او
کالج میں انگریزی زبان کے ذریعہ سے ہوتی ہے) علی گڈھ میں قایم رکھنا
ضروری سمجھینگے — تاکہ ایک ہی مواد دونوں قسم کی تعلیمون
میں کارآمد ہوسکے — دونوں قسم کی تعلیم کے پروفیسروں اور منتظموں
اور طلبا کا آپس میں میل جول اور تبادلہ خیالات کل قوم کے دلوں میں
یکساں اولوالعزمی پیدا کردیگا *

جامعہ اسلامیہ کو تمام مسلمانان ہند کے دوسرے گروہوں کے واسطے
(جو سرکاری ملازمتوں کے خواستگار نہیں ہیں) تعلیمی ضروریات کا
انتظام اپنے ہاتھوں میں لینا چاہیئے جس کے ذریعہ سے تمام ضروری علوم و
فنون کی تعلیم قوم میں شائع ہوسکے *

امیدواران ملازمت کے علاوہ دوسرے گروہ جن کی تعلیم کا
اہتمام اس طرح پر درکار ہوگا حسب ذیل ہیں :—

(الف) مسلمان لڑکوں کی تعلیم جن کو سرکاری ملازمت سے کوئی تعلق نہیں *

(ب) جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے اعلی طبقے بڑے مسلمان امرا، زمینداران، و تعلقداران جو اپنی اولاد کو سرکاری ملازمت کے واسطے تعلیم دلانا نہیں چاہتے بلکہ اپنا ایک لایق تعلیم یافتہ اور پابند مذہب جانشین پیدا کرنا چاہتے ہیں *

(ج) بڑے بڑے تاجر — دوکاندار اور کارخانہ دار جو اپنی اولاد کی تعلیم اس غرض سے چاہتے ہیں کہ وہ اپنے کارخانوں کو عمدہ قابلیت کے ساتھہ چلاسکیں اور اپنے اخلاق اور پابندی مذہب کے ذریعہ سے قوم میں ہردلعزیزی پیدا کریں اور قوم کا درد اُن کے دلوں میں ہو *

(د) علماء اور مشایخ جو اپنے بیٹوں کو عمدہ تعلیم کے ساتھہ اپنی ہی صفات سے متصف دیکھنا چاہتے ہیں *

(ہ) یونانی اطبا جو اپنے بیٹوں کو اس وقت کی بہ نسبت آیندہ اپنی جگہ زیادہ ممتاز حیثیت میں دیکھنا پسند کرتے ہیں اور جن کی خواہش ہے کہ زمانہ حال کی تعلیم سے مستفید ہوکر وہ اپنے فن کو ترقی دیں اور آیندہ لایق جانشین ثابت ہوں اور جو رونق اور برکت پشتہا پشت سے اُن کے گھر میں چلی آتی ہے وہ بدستور قایم رہے *

(و) وہ لاکھوں شریف نادار طلبا جو زمانہ حال کی سرکاری تعلیم کے سخت گران مصارف برداشت نہیں کرسکتے اور جن کو اس بات کی ضرورت ہے کہ بقدر ضرورت دینی تعلیم کے علاوہ اُن کو اور کوئی ارزاں تعلیم دی جاوے جس سے وہ اپنی روزی عزت اور آزادی کے ساتھہ پیدا کرسکیں *

(ز) باقی تمام وہ لوگ جو مختلف پیشوں اور حرفتوں اور خانگی ملازمتوں کے ذریعہ سے اپنی روزی پیدا کرتے ہیں جن سے مقصود یہہ ہے کہ کوئی مسلمان بغیر اس قدر تعلیم کے باقی نہ رہے جو اپنے نماز روزہ وغیرہ ارکان اسلام کی واقفیت کے علاوہ اپنی مادری زبان

میں کسی قدر نوشت‌وخواند اور بہت معمولی قسم کا حساب اور مختصرسا جغرافیہ نہ جانتا ہو *

ان سب گروہوں کے واسطے اعلیٰ قدر مدارج ؛ ضرورت انگریزی زبان کی تعلیم کا انتظام بھی ضروری ہوگا - تعلقداران اور زمینداران کے خیال سے زراعت کی تعلیم اور تجارت پیشہ اور کار خانہ داروں کے لحاظ سے صنعت اور حرفت اور تجارت کی تعلیم نیز انجینیرنگ اور ڈاکٹری کی تعلیم کا اہتمام درکار ہوگا — اور مشرقی علوم و فنون کی تعلیم کا شعبہ علحدہ قایم کرنا ہوگا جس میں یونانی طب کو بھی داخل سمجھنا چاہیئے *

دینیات کے اعتبار سے جامعہ اسلامیہ میں ہر قسم کی تعلیم کا انتظام موجود ہو جس سے ایسے روشن ضمیر مفسر ، محدث ، فقیہ ، ادیب اور متکلمین پیدا ہوسکیں جو ایک طرف علوم جدید کے حملوں سے اسلام کی پوری حفاظت کریں اور دوسری طرف اسلام کی خوبیوں اور صداقتوں کا سکہ غیر مذاہب کے لوگوں کے دلوں پر بٹھائیں اور اشاعت اسلام کا کام دیں اور اپنے فیضان صحبت سے طلباء کے دلوں میں نور ایمان و اسلام پیدا کریں اور ترقی دیں اور برٹش گورنمنٹ کے برکات سے جو آزادی مسلمانوں کو هندوستان میں حاصل ہے ، اُس کو غنیمت سمجھکر اُس سے پورا پورا فائدہ اُٹھائیں اور ثابت کریں کہ دنیا میں اسلام کی حفاظت اور اشاعت اور مسلمانوں کی ہر قسم کی ترقی کے لیئے هندوستان سب سے بہتر مقام ہے — اور اس وقت جو یہہ ایک عالمگیر وبا ہماری قوم پر مسلط ہو رہی ہے کہ انگریزی کی تعلیم اور غیر قوموں کی صحبت سے ہم لوگ اپنے مذہب سے غافل ہوتے چلے جاتے ہیں اور ارکان اسلام کا ادا کرنا بسااوقات ہمارے نوجوانوں کو اپنے لیئے کسر شان معلوم ہوتا ہے اِس بلا کا دفعیہ اسی طرح ہونا چاہیئے —

میرے چشم دید واقعات ہیں (اور میں سمجھتا ہوں کہ ہر شخص کا یہہ روز مرہ کا مشاہدہ ہے) کہ کتنے ہی مسلمان جو نماز کو فرض بھی جانتے ہیں اور نماز اُن کو یاد بھی ہے اور بعض وقتوں میں اُس کو وہ ادا بھی کرتے ہیں ، بسا اوقات وہ اس لیئے اُس کے ادا کرنے سے قاصر رہ جاتے ہیں کہ علانیہ لوگوں کے سامنے وضو کرتے ہوئے اُن کو شرم معلوم ہوتی ہے

یا یہہ کہ اُن کے تنگ پتلون نماز اور وضو کی اُن کو اجازت نہیں دیتے
اور انگریزی فیشن کے خلاف پتلون کی قطع و برید وہ گوارا نہیں کرسکتے
اور نہیں دیکھتے کہ مثلاً ترکوں کی ایک قوم (جنکا لباس کوٹ پتلون ہی ہی)
اُنہوں نے اپنے پتلون کی وضع قطع بالکل ایسی رکھی ہی جس سے نماز
میں مطلق کوئی ہرج واقع نہیں ہوتا- اُن کی لاکھوں فوج (جن کے جنگی
کارناموں پر دنیا متعجب ہو رہی ہی) اُنہی پتلونوں سے لڑتے ہیں اور
اُنہی سے نمازیں بھی ادا کرتے ہیں— تو کیا ایسی حالت میں (جو مسلمان
جنٹلمین اپنے تنگ لباس کے عذر سے نماز پڑھنے سے قاصر رہ جاتے ہیں) وہ
اپنے اس تنگ لباس کو خدا کی معصیت نہیں سمجھتے ؟ کیا ایسا لباس
قوم کے لیئے موجب ننگ نہیں ہی؟ کیا وہ اس قسم کے لباس سے ملبس
ہوکر قوم کے سامنے ایسا نمونہ پیش نہیں کرتے جس سے خدا ہر مسلمان
کو محفوظ رکھے؟ اور کیا اُن کو اس بات کا یقین نہیں ہی کہ ایک روز اُن
کو مرنا اور خدا کے سامنے اپنے اُن اعمال اور افعال کا جواب دینا ہی جو
وہ اپنی اس زندگی میں کرتے ہیں؟ اور اگر اُن کو اس کا یقین بھی ہی
تو خدا را بتلائیں کہ اُنہوں نے وہ کیا جواب سوچ رکھا ہی جس کو وہ
بارگاہ رب العزت میں اُس وقت پیش کرینگے؟ اور اگر کل کو اُن کے پاس
اپنی اس جنٹلمینی کا کوئی جواب نہیں ہی تو کیوں وہ اپنے نمونہ سے آج
اپنی قوم کو گمراہی کی طرف لیئے جاتے ہیں؟ اپنے اوپر رحم نہ کریں تو قوم پر
تو خدا کے واسطے رحم کریں! پھر اس وقت کی حالت یہہ ہی کہ اگر کسی کمیٹی
کا اجلاس ہو رہا ہو اور اثنائے کارروائی میں نماز کا وقت آجاوے تو صرف گنتی
کے مواقع پر نماز کی ضرورت سے کارروائی بند کردی جاتی ہی، ورنہ اکثر
مواقع پر نہیں — اور اگر کوئی خدا کا بندہ جلسہ سے اُٹھکر نماز کے لیئے
چلا جاتا ہی تو وہاں سے واپس آنے کے بعد اُس کو اس بات کی اجازت
بھی مشکل سے ملتی ہی کہ جو کچھہ اُس کی غیر حاضری میں ہوچکا
ہی اُس پر وہ مطلع ہوسکے اور اگر اُس پر کچھہ کہنا چاہے تو کہہ سکے—
اور اگر کبھی ایسی اجازت اُس کو مل بھی جاتی ہی تو سمجھا جاتا ہی
کہ یہہ ایک بہت بڑی رعایت اُن کے ساتھہ کی گئی ہی — یہہ ہی اس
وقت ہماری تعلیم یافتہ سوسائٹی!!! "انا للہ وانا الیہ راجعون"— یہہ مصیبت
اور اسی قسم کی اور بہت سی مصیبتیں ہیں جن کی وجہ سے مسلمان
ہر ایک قسم کی اصلی ترقیات سے بالکل محروم ہوتے چلے جاتے ہیں اور

جن کا کوئی علاج اس کے سوا نہیں ہے کہ ہمارے علما کی تعلیم اور
قوت صحبت سے مسلمانوں کو قرآن پاک کی ہدایتوں کی طرف راغب
کیا جائے تسخیر ممالک سے قطع نظر کرو — یہہ ہقتی بہرتی
چاہتا ہے — انسان کی اصل ترقی اُس کے اخلاق کی ترقی ہے —
پیغمبر خدا صلعم نے مکارم اخلاق ہی کی تکمیل کو اپنی بعثت کی
علت غائی قرار دیا ہے — اب اسلام کی تاریخ کو اُٹھاکر دیکھو کہ مسلمانوں
نے اپنے مکارم اخلاق میں کیسی اعلیٰ درجہ کی ترقی کی تھی جس کی
بدولت ایک جاہل شخص سے بھی اُن محاسن کا ظہور ہوتا ہے جس
کی بڑے بڑے شایستہ عالموں اور سائنس کے ماہروں اور فلاسفروں سے بھی
توقع نہیں کی جاسکتی — افسوس ہے کہ ہماری قوم سے یہہ قوتیں
سلب ہوگئی ہیں اور سلب ہوتی جاتی چلی جاتی ہیں اور انہی مردہ
قوتوں کو زندہ کرنے کی آج سب سے زیادہ ضرورت ہے — اور جب قوم میں
یہہ زندگی پیدا ہوجاتی ہے تو سمجھہ لینا چاہیئے کہ قوم زندہ
ہوگئی — اور چند اُمیدواران ملازمت کو آج جس قسم کی تعلیم دی
جارہی ہے اُس سے قوم میں وہ زندگی عود نہیں کرسکتی جس کی
ضرورت ہے — وہ زندگی اگر عود کرسکتی ہے تو جامعہ اسلامیہ کی اس
جدید اسکیم ہی کے ذریعہ سے انشاء اللہ عود کرے گی — الغرض سب
سے زیادہ ضروری بات یہہ ہے کہ لٹریچر کے سوا باقی جن علوم کی تعلیم
اس وقت انگریزی میں ہوتی ہے وہ سب ہماری اپنی مادری زبان
اُردو کے ذریعہ سے دی جائے — یاد رکھیئے کہ کسی ملک نے غیر زبان
میں تعلیم پاکر ترقی نہیں کی اور نہ کوئی ملک آیندہ صرف کسی غیر
زبان کے ذریعہ سے علوم میں ترقی کرسکے گا *

میرے دوست محمد عبد الرحمن صاحب بجنوری بی اے ایل ایل بی کی
طرف سے (جو ہمارے ایم اے او کالج کے ایک قابل فخر اور کامیاب اولڈ بوائے ہیں
اور جو اب تکمیل تعلیم کی غرض سے یورپ گئے ہوئے ہیں اور یونیورسٹی کی
سند لیکر اب جرمنی میں علوم کی تکمیل کررہے ہیں) مسلم یونیورسٹی
کانسٹیٹیوشن پر ایک نہایت قابل قدر اور مبسوط رائے ۱۱ و ۱۲ اگست
گذشتہ کے اجلاس کانسٹیٹیوشن کمیٹی منعقدہ لکھنؤ میں پیش ہوئی تھی —
اُس میں وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ ایک سفر کے اثنا میں ایک
جرمن عالم اُن کے ہم سفر تھے — اُنہوں نے ہندوستان کی تعلیمی ترقی کا

فرگوسن کو بجنوری صاحب سے دریافت کیا کہ یہاں تعلیم کس زبان میں دی جاتی ہے اور جواب میں یہہ معلوم کرکے کہ انگریزی زبان کے ذریعہ سے تعلیم دی جاتی ہے انہوں نے بہت زور کے ساتھہ کہا کہ یاد رکھو ہزار برس میں بھی ہندوستان تعلیم یافتہ نہیں ہوسکتا اور کبھی عام طور پر تعلیم نہیں پاسکتا جب تک کہ خاص اپنی مادری زبان میں تعلیم کا انتظام نہ کیا جائے گا (انتہی) - یہہ سچ ہے کہ ہمارے پاس نہ تمام علوم کی اپنی زبان میں کتابیں ہیں نہ ایسے پروفیسر ہیں جو اردو میں ان میں سے اکثر علوم کی تعلیم دے سکیں — لیکن دنیا کا یہہ مسلم مقولہ ہے کہ جہاں جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہاں وہ چیز ضرور بہم پہونچ جاتی ہے — کتابوں اور استادوں کے بہم پہونچنے میں دیر ہوگی — لیکن رفتہ رفتہ اس میں ضرور کامیابی ہوگی - ابتدائی تعلیم کے لئے آج بھی کتابیں اور استاد موجود ہیں اور اشتہارات دینے سے غالباً ہم ایسے لوگوں کی خدمات حاصل کرسکیں گے جو ہمارے لئے مطلوبہ کتابیں اردو زبان میں مرتب کرسکیں — نیز جب ہم اتنا بڑا کام اختیار کرنے کو ہوں گے تو ہمارے لئے لازم ہوگا کہ اپنے نوجوانوں کو مالی مدد دے کر انگلستان، فرانس، جرمنی اور دیگر ممالک میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے بھیجیں جن کا کام یہہ ہوگا کہ تعلیم ختم کرنے کے بعد اپنی مادری زبان میں کتابیں لکھیں اور اس زبان میں قوم کے بچوں کو تعلیم دیں — ہمارے وہ بچے جو آیندہ ملازمت کا طوق اپنی گردن میں ڈالنے والے نہیں ہیں وہ کیوں ریاضیات انگریزی میں پڑھیں ؟ کیوں جغرافیہ انگریزی میں حفظ یاد کریں ؟ کیوں تاریخ انگریزی میں پڑھنے کی زحمت برداشت کریں ؟ سائنس کے ذریعہ آلات ہرگز یہہ نہیں کہتے کہ ان کا استعمال صرف یورپ ہی کی زبانوں کے ذریعہ سے سکھایا جاسکتا ہے، وہ بسر و چشم اس کے لئے حاضر ہیں کہ مسلمان ان کا استعمال اپنی مادری زبان کے ذریعہ سے سیکھیں — اور طلبا کی عمریں جو غیر ملک کی زبان کے ذریعہ سے ان علوم کے حاصل کرنے میں برباد اور تندرستیاں قربان ہوتی ہیں ان کو اس سے بچایا جاوے *

ضروریات زمانہ کے لحاظ سے جس قسم کی ورزشیں اور حفظ صحت کے اصول انگریزی درسگاہوں میں اس وقت ضروری سمجھے گئے ہیں وہ ان جدید درسگاہوں میں بھی (جہاں اپنی مادری زبان میں تعلیم

ہوگی) داخل ہونے چاہئیں — اعلی تربیت ، عمدہ سے عمدہ تمدن دونوں قسم کی درسگاہوں سے یکساں متعلق ہونگی اور اگر چہ کفایت شعاری کی تعلیم کی غرض سے دونوں قسم کے طالب علموں کے متعلق کوشش ہونی چاہئیے ، لیکن جہاں تک میرا خیال ہی کہ ابھی ایک عرصہ تک عملاً زیادہ اثر اس کوشش کا مفید اثر جدید اسکیم کے طلبا پر پڑیگا ، وہ جہاں تک ممکن ہی بہت زیادہ کفایت شعاری کے خوگر بنائے جائیں جن کی تعلیم بہت ارزاں ہوگی — کفایت شعاری سے میری مراد یہہ ہی کہ اپنی تندرستی اور اصلی عزت (نہ کہ فرضی عزت) محفوظ رکھنے کے ساتھہ ضرورت سے زیادہ خرچ نہ کیا جاوے *

میں اوپر ہی کہہ چکا ہوں کہ تعلیم السنہ کے لحاظ سے کم از کم انگریزی زبان کی تعلیم اپنے جدید مدارس میں بھی ہمکو لازمی طور سے داخل کرنی ہوگی — چھوٹے مدارس میں کم مقدار میں اور اس کے بعد جیسے جیسے مدارج تعلیم ترقی کرتے جاتے ہیں انگلش زبان کی تعلیم بھی ان درسگاہوں میں ترقی کرتی رہیگی — یہاں تک کہ علی گڈہ کالج کے طلبا جہاں تک انگریزی تعلیم حاصل کرسکتے ہیں اُردو خواں طلبا کے واسطے بھی سکنڈ لینگویج کے طور پر اُسی قدر انگریزی زبان کی تعلیم کا انتظام درکار ہوگا اور خصوصاً دولتمند لوگوں کے واسطے اس کا خاص اہتمام ہونا چاہئیے — اُس کے بعد پھر اُن طلباء کے ذاتی شوق پر منحصر ہوگا کہ اگر اُن میں سے کوئی چاہتا ہی کہ کسی اور ملک کی زبان کی تعلیم بھی حاصل کرے تو جامعہ اسلامیہ کا کام ہوگا کہ اپنے ہونہار طلبا کی اُس کام میں مدد کرے — اور اُن کو موقع دے کہ وہ دوسرے ملکوں میں جاکر اُس ملک کی زبان اور دیگر علوم و فنون کو جہاں تک اُن سے ممکن ہو حاصل کریں اور ہندوستان واپس آکر جو کچھہ اُنھوں نے وہاں حاصل کیا ہی اُس کی مدد سے اپنی مادری زبان میں اپنی قوم کے واسطے مواد بہم پہونچائیں *

لڑکیوں کی تعلیم کا مسئلہ بھی جامعہ اسلامیہ کی خاص توجہ کا مستحق ہوگا — ہم نے لڑکوں کے واسطے اگرچہ ابھی بہت کچھہ تو نہیں کیا لیکن جو کچھہ بھی کیا ہی لڑکیوں کے واسطے اُس کا سواں حصہ بھی ہم نہیں کرسکے — اور پھر ہم ایسے فرض کے ادا کرنے

سے غفلت کر رہے ہیں جس کے بدون قوم ہرگز ترقی نہیں کر سکتی — ہمارے مذہب نے تو ہمکو سب کچھہ بتلا دیا تھا — اُس نے صاف کہا ہی کہ " طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة " — اُس نے حصول علم کی کوشش کے متعلق مرد اور عورت میں کوئی امتیاز باقی نہیں رکھا — مگر افسوس ہی کہ ہم اس مقدس فرض کے ادا کرنے میں بہت کچھہ قاصر رہے ہیں، او خدا اُن چند افراد قوم پر اپنی رحمت نازل کرے جنہوں نے اس فرض کفایہ کو اب تک تھوڑا بہت انجام دیا ہی — اور انشاء اللہ تعالی جامعہ اسلامیہ کی توجہ سے آیندہ لڑکیوں کی تعلیم کا نظام بھی ہمکو بہت کچھہ درست کرنا ہوگا ٭

مذکورہ بالا مقاصد اور اُن کے ضمنی اغراض کے لحاظ سے جامعہ اسلامیہ کو اپنا سلسلہ انتظام تمام ہندوستان میں قایم کرنا ہوگا — بڑے بڑے شہروں میں بڑے بڑے مدارس، چھوٹے قصبوں میں چھوٹے مدارس اور اُن کے ساتھہ (جہاں جیسی ضرورت ہی) بورڈنگ ہوس قایم کیئے جائیں — اور ایک تعداد قرار دی جاوے کہ جس آبادی میں فلاں تعداد تک مسلمان آباد ہوں وہاں ضرور کوئی نہ کوئی اس قسم کی تعلیم کا مدرسہ قایم کیا جاوے، یا جہاں اُس تعداد سے بھی کم مسلمان رہتے ہوں — لیکن وہ اپنے مقامی مدرسہ کے واسطے مناسب مالی مدد دینے پر تیار ہوں اُن کو وہاں بھی محروم نہ رکھا جاوے — بلکہ آگے چلکر ہمکو ہر ایک گانؤں میں جہاں کوئی مسلمان آباد ہو یہہ دیکھنا ہوگا کہ ارکان اسلام کی تعلیم کا انتظام وہاں موجود ہو — مردوں کی تجہیز و تکفین میں وہاں کے رہنے والوں کو کوئی تکلیف باقی نہ رہے اور غیر مذہب کے مفادوں سے بھی اُن کی حفاظت کا ضروری انتظام کرنا ہوگا ٭

جامعہ اسلامیہ میں ہر صوبہ اور ضلع سے اُن لوگوں کو ممبری کے لیئے منتخب کرنا چاہیئے جو ان کاموں میں دل چسپی رکھتے ہیں — ہم اپنے انتظامات میں بالکل آزاد ہوں گے — نصاب تعلیم ہمارا خود ہمارے ہاتھہ میں ہوگا — پروفیسروں اور ممتحنوں کے تقرر میں ہم پوری طرح آزاد ہوں گے کہ جس کو چاہیے مقرر کریں، جس کو چاہے نہ کریں — تنخواہوں کی تعداد، اخراجات کے اقسام، اور اُس کی مقدار، خلاصہ یہہ کہ تمام بجٹ اور تمام انتظام پر خود ہمارا قابو ہوگا ٭

یہہ خیال کہ جو لوگ گورنمنٹ وغیرہ کی ملازمت کے اُمیدوار نہیں ہیں اُن کی تعلیم کا انتظام یونیورسٹیوں اور سرکاری سررشتہ ھاے تعلیم کے دائروں سے باہر ہونا چاہیئے اُس مایوسی کی وجہ سے پیدا نہیں ہوا ہی جو ہمکو حال میں مسلم یونیورسٹی کی طرف سے ہوئی ہی، بلکہ یہہ ایک بہت پرانا خیال ہی *

لکھنؤ کی آل انڈیا محمدن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ سنہ ۱۹۰۳ع میں میری تحریک سے ایک کافی مباحثہ کے بعد یہہ رزولیوشن پاس ہوا تھا کہ "اس کانفرنس کی رائے میں جن طلبا کا مقصد تعلیم سے یہہ نہیں ہی کہ اُس کے ذریعہ سے وہ کوئی سرکاری ملازمت یا وکالت یا کوئی اور ایسا پیشہ اختیار کرینگے جس میں یونیورسٹی یا اور کسی سررشتہ تعلیم کی سند درکار ہوتی ہی اُن کی تعلیم کے واسطے یونیورسٹیوں اور سرکاری سررشتہ ھاے تعلیم کے حلقوں کے باہر انتظام ہونا چاہیئے" — لیکن مختلف موانع اور خاصکر مالی دشواریوں کی وجہ سے اس رزولیوشن کی تعمیل نہیں ہوسکی، "و کل امر مرہون باوقاتہا" — خداے تعالے کے علم میں شاید اُس کے لئے یہی وقت موزوں تھا — وہی مسبب الاسباب ہی اور شاید یہہ اُسی کا کرشمہ ہی کہ گورنمنٹ کی طرف سے جب ہمکو ایک ایسی یونیورسٹی حاصل کرنے میں مایوسی ہوئی جس کی تمنا میں ہم چالیس برس سے کوشش کرتے چلے آتے تھے، تو اُس نے بمصداق "و من بعد ما قنطوا ینشر رحمتہ" ہمارے دل میں ایک ایسی جامعہ اسلامیہ کا خیال پیدا کیا جس کو ہم اپنے ہر ایک درد کی دوا کہہ سکتے ہیں *

اب رہا ایسی مکمل اسکیم کا مرتب کرنا جو اس جدید تجویز کے کلیات و جزئیات پر حاوی ہو اور یہہ کہ کام شروع کیونکر کیا جاوے اور ابتداء امر میں کہاں کہاں اور کس کس قسم کی درسگاہیں قایم کی جائیں اور اُن کی ضروریات کا بہم پہونچانا اور مداخل و مخارج کا انتظام وغیرہ وغیرہ یہہ سب وہ امور ہیں جن کے تصفیہ کی غرض سے اول ایک بڑی مجلس مشورت کی ضرورت ہوگی جس میں علاوہ اُن موجودہ ترسٹیان علی گڈہ کالج اور دیگر قومی درسگاہوں کی

تعلیمی جماعتوں کے منتظم ممبروں کے ہر ایک صوبہ کے قایم مقام کافی
کافی تعداد میں شامل ہوں ' اور وہ طے کریں کہ کارروائی کا طریقہ
کیا ہوگا — جامعہ اسلامیہ کا یہہ پہلا اجلاس بمقام علی گڈہ منعقد ہونا
چاہیئے جو جامعہ اسلامیہ کا بھی ہیڈکوارٹر ہو اور وہی مرکز ہوگا
جامعہ اسلامیہ کی مرکزی جماعت انتظامیہ کا ' اور یہی اجلاس
تجویز کریگا کہ جامعہ اسلامیہ کا قانون کیونکر بنایا جاوے — اور یہہ بھی
محتاج بیان نہیں ہے کہ جامعہ اسلامیہ کی سنٹرل کمیٹی (مرکزی
جماعت انتظامیہ) کے ماتحت لامحالہ ہر ایک صوبہ میں ایک جدا
کافہ کمیٹی انہی اغراض کی تکمیل کے واسطے قایم کرنی ہوگی جو اپنے
ماتحت اور بہت سی کمیٹیاں اضلاع اور مقامات میں قایم کریگی *

یہہ میں کسی دوسری جگہ کہہ چکا ہوں کہ کام کرنے والے اگر
آنریری طور سے نہ مل سکیں تو ضرور لایق آدمیوں کی خدمات بالمعاوضہ
حاصل کرنی چاہیں — اور ہم کو اس بات کا بھی یقین ہے کہ
جو فیلنگ اس جدید اسکیم کے شروع ہونے سے قوم میں پھیلے گی اُس
سے نوجوانان قوم میں ایثار کا مادہ خاص طور پر پیدا ہوگا — اور اگر
ہمکو تنخواہ ہی کے ذریعہ سے کام کرنے والوں کو بہم پہونچانا ہوگا تو اُمید
ہے کہ قوم میں سے جابجا اکثر نوجوان آگے بڑھینگے اور وہ تھوڑے
معاوضہ میں ایسی خدمات انجام دینے کے لیئے تیار ہوں گے جن کا معاوضہ
دوسری صورت میں بہت زیادہ دینا پڑتا — معہذا میں اس کا ہمیشہ
مخالف رہا ہوں کہ جو لوگ روپیہ سے کسی کام میں مدد کرسکتے ہیں
وہ تو اپنی جیب میں ہاتھہ نہ ڈالیں اور صرف نوجوان تعلیم یافتوں کو
یہہ وعظ سنایا جاوے کہ اُن کو ایثار سے کام لینا چاہیئے' نوجوان یا تو
مفت کام انجام دیں یا بہت قلیل معاوضہ قبول کریں — اور اب بھی میں
یہی کہونگا کہ تعلیم یافتہ نوجوانوں میں ایثار کا مادہ پیدا کرنے کی
غرض سے اول ذی مقدور لوگوں کو اس کام میں مالی مدد دینی چاہیئے'
اُس کے بعد نوجوان تعلیم یافتوں پر ایثار کے وعظ کا اثر ہوسکتا ہے — اسی
موقع پر میں یہہ بھی صاف کہونگا کہ علیگڈہ کالج سے اگر ایثار کا مادہ
کم پیدا ہوا ہے تو اُس کی خاص وجوہ ہیں — پھر بھی اس میں
شک نہیں کہ علی گڈہ کالج میں ایسی مثالیں موجود ہیں جنہوں نے
محض اپنے قومی کالج کے خاطر اُس قدر تنخواہ پر جو اُن کو کالج سے

مل سکتي تهي قناعت کي اور گورنمنت کي بڑي بڑي تنخواهوں کي طرف توجه نهيں کي، بلکه بعض دفعه اُن سے انکار کیا — اور جب که همارے يهه جديد تجويز (جس کا نشو و نما تمام تر قومي روح کي بنياد پر هوگا اور جهاں صبح و شام، اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، ایثار هي کي آوازيں کان ميں پهونچينگي) تو اُس کا لازمي نتيجه يهه هوگا که قوم ميں ایثار کا ماده پيدا هو — اسلام کي وه تاريخيں جو مسلمانوں کے قلم کي لکهي هوئي هونگي اپني مادري زبان ميں جب طلبا پڑهينگے اور اُن ميں پيشوايان اسلام کي مثاليں اُن کي نظر سے گذريں گي تو هم کو اپني قوم ميں ایثار کا ماده پيدا کرنے کي غرض سے کسي بيروني مثال اور نمونه کي ضرورت باقي نه رهے گي — اسلام کي تاريخ سے بهتر مسلمانوں کے دل پر اثر کرنيوالا کوئي مضمون يا لکچر ایثار، کفایت شعاري، اخوت، همدردي، اخلاص، صداقت، شجاعت اور دوسرے بهادرانه اوصاف پيدا کرنے کي غرض سے نهيں هوسکتا — مگر ساتهه هي اس کي بهي شديد ضرورت هے که جو لوگ ایثار سے کام ليں قوم کي طرف سے اُس کي قدر اور اُن کي حوصله افزائي کي جاوے — آج همارے سامنے ايسي زنده مثاليں موجود هيں که ايک شخص نے دنياوي دولت پر نهايت بهادري کے ساتهه لات ماردي هے اور اپني زندگي کا مقصد اُس نے يهي قرار ديا هے که اپني تعليم کو ترقي دے اور اُس سے قوم کو نفع پهونچاۓ — ليکن بجائے اس کے که وه لوگ جن کا فرض تها که اُس کي قدر کرتے، وه باتيں کرتے هيں جس سے اُن نوجوان بهادروں کا حوصله پست هو — باين همه کس قدر قابل قدر هيں وه بهادر جو تمام ناقدريوں کي برداشت کرتے هيں اور اپنے اراده پر ثابت قدم هيں — برخلاف اُس کے جامعهٔ اسلاميه کے زمانه ميں جب ايسے قومي بهادروں کي قوم اور هر ايسے شخص کي طرف سے جس کا يهه فرض هو که وه اپنے ان نوجوانوں کي قدر کرے، اُن کي حوصله افزائي کي جائے گي تو يهه امر آفتاب کي طرح روشن هے که اُن کے ایثار کا ماده پهر ايک دفعه مسلمانوں کے سامنے سلف صالح کا نمونه پيش کردے گا — مسلمانوں ميں سے ابهي تک يهه ماده فنا نهيں هوا هے — بازار ميں جنس موجود هے، مگر افسوس هے که خريدار موجود نهيں هيں ٭

ليکن يهه جو کچهه بيان کيا گيا هے وه شيخ چلي کے منصوبوں سے

کچھہ زیادہ وقعت نہیں رکھتا ، اگر اُس پر عمل کرنے کے غرض سے جامعہ اسلامیہ کے ہاتھہ میں کافی روپیہ نہو - یہہ ۲۵ سے ۳۰ لاکھہ روپیہ جو اس وقت تک جمع ہوا ہی وہ اتنے بڑے انتظام کے واسطے بالکل ہی نا کافی ہی - بلکہ حقیقت میں یہہ موجودہ رقم اُس یونیورسٹی کو ترقی دینے کی غرض سے بھی کافی نہ تھی جس کے حصول کے لیئے ہم ابتک نا کام کوشش کرتے رہے ہیں - یقیناً اُس کے واسطے بھی ملک کو اور بہت زیادہ ایثار سے کام لینا پڑتا - پھر ایک ایسی کم استطاعت قوم سے جیسی کہ ہماری قوم ہی ، ظاہرا موجودہ رقم کا جمع ہونا بھی بدون ہمارے بڑے بڑے لوگوں کی فیاضی اور کوشش کے ممکن نہیں تھا — لیکن تعلیم کا جو پروگرام اوپر بیان کیا گیا ہی اگر وہ شروع کیا گیا تو اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ اُس کے اثر سے ایک عام جوش کام میں پیدا ہو گا اور دنیا دیکھہ لیگی کہ اس مفلس قوم کی جیبوں سے آیندہ کسقدر روپیہ میسر ہوسکیگا — مسلم یونیورسٹی کے نام سے جو چندہ مانگا گیا اُس کے مانگنے والوں کی آواز میں اُس کے دسویں حصہ کی بھی قوت نہیں تھی جتنا کہ اس جدید اسکیم کے واسطے روپیہ مانگنے والوں کے آوازمیں ہوگی-یونیورسٹی کے مقاصد قوم کو سمجھانے میں بہت سی مشکلیں پیش آتی تھیں - مگر یہہ جدید اسکیم اس قدرعام فہم اور ہر دلعزیز ہوگی کہ اُس کے واسطے دو لفظ کہنے اور دامن پھیلا دینا بالکل کفایت کرے گا — بجائے اس کے کہ لمبی لمبی اسپیچیں کی جائیں اور رسالے شایع کیئے جائیں صرف یہی ایک آواز کہ ہماری تعلیم آیندہ ہماری مادری زبان میں ہوگی اور ابتدا سے لیکر انتہا تک اُس کا انتظام مسلمانوں کے ہاتھہ میں ہوگا بڑے سے لیکر چھوٹے تک اور عالم سے لیکر جاہل تک کے دلمیں بجلی کی طرح اثر کریگی — اور اگر خداکو منظور ہی تو جو ناکامیابی آل انڈیا مسلم یونیورسٹی کے حاصل کرنے میں ہم کو اس وقت ہوتی ہی یہی نا کامی اصل کامیابی کا ذریعہ ہو جاوے گی — ع

درد کا حد سے گذرنا ہی دوا ہوجانا

اور اُس وقت ہم خدا کا شکر کرینگے کہ اُس نے ہم کو ایک غلط واسطہ سے نجات دیکر صراط مستقیم پر قایم کردیا *

اور اب میں اپنی قوم کی خدمت میں یہہ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ چندہ کی وصول کی کارروائی جو گورنمنٹ کے اعلانوں کی وجہ سے سست یا کہ ملتوی ہوگئی ہی اُس میں کوئی سستی نہ ہونی چاہیئے — کیونکہ روپیہ کی ضرورت ہمکو ہر حالت میں لاحق ہے - مسلم یونیورسٹی اگر قایم ہوتی تو اُس کو ترقی دینے اور کامیابی سے آگے بڑھانے کے لیئے بھی مزید چندہ کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا ' جیساکہ میں بار بار اس سے قبل بیان کرچکا ہوں — اور اب جو جدید اسکیم قوم کے سامنے پیش کی جاتی ہی اُس کے لحاظ سے بدرجہ اولی تیس لاکھہ روپیہ سے اور بہت زیادہ روپیہ درکار ہی - لہذا یونیورسٹی کے متعلق جب تک کوئی آخری تصفیہ ہو (اور جس میں ظاہرا ابھی دیر معلوم ہوتی ہی) اُس وقت تک روپیہ کے وصول کی کارروائی بدستور پوری سرگرمی کے ساتھہ جاری رہنی چاہیئے — یہہ بات سب کو معلوم ہی کہ جو روپیہ بھی یونیورسٹی کے نام سے اب تک وصول ہوا ہی وہ سب بنک بنگال آگرہ میں یونیورسٹی کے نام سے علحدہ امانت اور محفوظ ہی - جن بعض لوگوں نے کچھہ خاص شرطیں اپنے چندہ کی نسبت لگادی ہیں ' اُن کے چندہ کے سوا باقی تمام رقموں سے گورنمنٹ پرامیسری نوٹ خرید لیئے گئے ہیں — علیگڈہ کالج کے فنڈ سے اس جداگانہ فنڈ کو کوئی تعلق نہیں ہی - اور جو روپیہ آیندہ وصول ہوتاجائیگا وہ بھی ایسی ہی احتیاط کے ساتھہ امانت اور محفوظ رہیگا *

لیکن چونکہ اس عرصہ میں مسلمانوں پر ایک اور مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہی اور ہمکو طرابلس اور بلقانی جنگ کی وجہ سے سب سے زیادہ ضرورت ہلال احمر کے واسطے چندہ جمع کرنے کی ہی ' لہذا اس وقت میں صرف یہہ عرض کرونگا کہ جن لوگوں نے مسلم یونیورسٹی کے واسطے چندوں کا وعدہ کیا ہی وہ اپنا موعودہ چندہ مہربانی سے جلد ادا کردیں کہ "ان العھد کان مسئولا" ایفاے عہد کے لیئے خداوندتعالی کا سخت حکم ہی - باقی کے لیئے چندوں کی میں اُس وقت تک یونیورسٹی کے واسطے اپیل نہ کرونگا جب تک کہ ہلال احمر کی ضرورتوں سے قوم کو بوجہ احسن سبکدوشی نہو — اس وقت تو جو کچھہ کسی سے بن پڑے وہ ہلال احمر کے فنڈ میں جمع کردے جس سے زیادہ کوئی شدید ضرورت بالفعل مسلمانوں کی نہیں ہوسکتی *

میری اس اسکیم کو ملاحظہ فرمانے کے بعد بعض صاحبوں کو شاید یہہ خیال پیدا ہو کہ گورنمنٹ جو آج ہمارے مناسب حال ہمکو یونیورسٹی نہیں دے سکی ممکن ہی کہ آیندہ کسی وقت وہ ہمکو ہماری مطلوبہ یونیورسٹی دینے پر رضامند ہو — اوراگر ایسا ہوا تو اُس وقت اسقدر کثیر رقم کہاں سے آئے گی ؟ اس کی نسبت میرا جواب یہہ ہی کہ اس کا تصفیہ اُس وقت کی ہماری حالت اور قوم کے مذاق پر منحصر ہوگا — اگر ہماری یہہ جدید اسکیم کامیابی سے چل پڑی اور اُسی کے ساتھہ گورنمنٹ کی طرف سے بھی کسی یونیورسٹی کا ملنا ہماری قوم نے اپنے لئے مفید خیال کیا تو ایک یونیورسٹی نہیں بلکہ ایسی متعدد یونیورسٹیوں کے اخراجات کا برداشت کرلینا بھی سات کروڑ مسلمانوں کے نزدیک کوئی بڑی بات نہوگی — آج جو مشکل روپیہ کے جمع ہونے میں پیش آتی ہی اُس کی وجہ صرف یہہ ہی کہ قوم میں تعلیم کی پوری طرح قدر نہیں ہی جس کی وجہ صرف ہماری غفلت ہی نہیں ہی' بلکہ بڑی وجہ یہہ ہی کہ جس قسم کی تعلیم ہمارے سامنے ہی وہ ہماری ضرورتوں اور ہمارے مقاصد کے لئے موزوں نہیں ہی ' اور اس لئے اُس کے متعلق کافی دلچسپی قوم میں پیدا نہیں ہوتی — اور اگر خدا نخواستہ یہہ جدید اسکیم کامیاب نہ ہوئی تو جو فنڈ کہ اُس وقت جمع ہی اور ہورہا ہی یہہ اصل سرمایہ (جیساکہ اوپر ظاہر کیاجاچکا ہی) محفوظ ہی' ضایع نہوگا — کیونکہ جامعہ اسلامیہ کو یہہ سرمایہ سپرد کرنے کی صورت میں یہہ شرط لازمی قرار دی گئی ہی کہ باستثناء بعض تعمیرات کے صرف اُس کا منافع کام میں لایا جائیگا اور قوم کی کوشش جب اس کے سرمایہ کی تکثیر میں مصروف رہیگی ' تو ہرطرح اُمید ہی کہ سال بسال جامعہ اسلامیہ کا سرمایہ ترقی ہی کرتا رہیگا *

یہہ بھی مجھکو عرض کردینا ضرور ہی کہ میں نے یہہ جو کچھہ عرض کیا ہی اس کے ذریعہ سے میں نے قوم کا خیال مذکورہ بالا مسائل کی طرف مبذول کردیا ہی — یہہ کوئی مکمل اسکیم نہیں ہی بلکہ صرف ایک ابتدائی خیال ہی ؛ اور اُمید ہی کہ جب دیگر بزرگان قوم اُس کو بہ نظر اصلاح ملاحظہ فرماوینگے تو اُس وقت یہہ اسکیم اس قابل ہوسکیگی کہ اس کو بہ سہولت عملی جامہ پہنایا جاسکے — اور اس

وقت جو کچھہ میں قوم کے سامنے پیش کررہا ہوں اُس کے پیش کرنے میں بھی مجھے شرمندگی ہے — سب کو معلوم ہے کہ میری طبیعت بہت دنوں سے اچھی نہیں ہے — دماغ بہت کمزور ہے اور اس لیئے جو کچھہ میں نے اوپر عرض کیا ہے اُس کی ترتیب بھی جیسی کہ چاہیئے درست نہیں ہے ؛ اور صرف بحکم ضرورت میں نے اپنے پریشان بیانات کو ان صفحوں میں جمع کردیا ہے ' اور اُمید ہے کہ میری یہہ معذرت قبول کی جاویگی *

ڈیرہ دون :
۱۲ اکتوبر سنہ ۱۹۱۲ ع

خاکسار
مشتاق حسین

(منقول از اخبار علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ
مورخہ ۳۰ اکتوبر و ۶ و ۱۳ نومبر ۱۹۱۲ ع)